ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

47

3 تا 9 ربیع الاوّل 1437ھ / 15 تا 21 دسمبر 2015ء

سیرتِ النبی ﷺ

اور ہماری زندگی

اگر تم باپ ہو تو یہ دیکھو کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے باپ (ﷺ) کیا کرتے تھے؟ اگر تم شوہر ہو تو یہ دیکھو کہ عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہما کے شوہر (ﷺ) کیا کرتے تھے؟ اگر تم حاکم ہو تو یہ دیکھو کہ مدینہ کے حاکم (ﷺ) نے کس طرح حکومت کی اگر تم مزدور ہو تو یہ دیکھو کہ مکہ کی پہاڑیوں پر بکریاں چرانے والے مزدور (ﷺ) کیا کرتے تھے؟ اگر تم تاجر ہو تو یہ دیکھو کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے شام کی تجارت میں کیا طریقہ اختیار فرمایا؟ آپ ﷺ نے تجارت بھی کی، زراعت بھی کی، مزدوری بھی کی، سیاست بھی کی، معیشت بھی کی الغرض زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں حضور اقدس ﷺ کی ذات نمونہ کے طور پر موجود نہ ہو۔ بس! تم اس نمونے کو دیکھو اور اس کی پیروی کرو، اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بھیجا ہے، اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ ﷺ کا یوم پیدائش منایا جائے، اس لیے نہیں بھیجا کہ آپ ﷺ کا جشن منا کر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہم نے ان کا حق ادا کر دیا بلکہ اس لیے بھیجا کہ ان کی ایسی اتباع کرو جیسی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اتباع کر کے دکھائی۔

مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ

اس شمارے میں

آسیا یک پیکر آب و گل است
ملتِ افغاں درآں پیکر دل است!

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت
اِک جہدِ مسلسل سے عبارت!

راہبر اپنا ابھی تک ہم نہ پہچانے!

سرزمین شام پر
عالمی مفادات کی جنگ

سیرتِ رسول ﷺ اور اتحادِ امت

وفاقی شرعی عدالت کے
14 سوال اور ان کے جوابات

الھدیٰ (684)

ڈاکٹر اسرار احمد

اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیشی

سُورۃ بَنِیۡ اِسۡرَاءِیل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 71، 72

یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۚ فَمَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقۡرَءُوۡنَ کِتٰبَہُمۡ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی وَاَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۲﴾

آیت ۷۱ ﴿یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۚ﴾ ”جس دن ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے سرداروں کے ساتھ۔“

پھر ذرا اُس دن کا خیال کرو جس دن تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کے لیے اس طرح بلایا جائے گا کہ ہر گروہ اپنے راہنما یا لیڈر کے ساتھ حاضر ہوگا۔ پچھلی آیات میں تمام مخلوق پر انسان کی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ جب انسان کو اس کائنات میں اس قدر اعلیٰ مقام اور مرتبے سے نوازا گیا ہے تو پھر اس کا محاسبہ بھی ہونا چاہیے: ع ”جن کے رتبے ہیں سوا اُن کی سوا مشکل ہے!“

﴿فَمَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیۡنِہٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقۡرَءُوۡنَ کِتٰبَہُمۡ وَلَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿۷۱﴾﴾

”تو جس کو دیا جائے گا اُس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں تو ایسے لوگ پڑھیں گے اپنے اعمال نامہ کو (خوشی کے ساتھ) اور ان پر ظلم نہ کیا جائے گا دھاگے کے برابر بھی۔“

آیت ۷۲ ﴿وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ہٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَہُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی وَاَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۷۲﴾﴾

”اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا‘ اور راہ سے بہت دور بھٹکا ہوا۔“

جس شخص نے اس دنیا میں اپنی پوری زندگی حیوانوں کی طرح گزار دی‘ جس کا دیکھنا اور سننا حیوانوں کا سا دیکھنا اور سننا تھا‘ جس نے نہ تو انفس و آفاق میں بکھری ہوئی اللہ تعالیٰ کی ان گنت نشانیوں کو چشم بصیرت سے دیکھا نہ ان کے ذریعے سے اپنے خالق و مالک کو پہچانا‘ اُس نے اپنی زندگی گویا اندھے پن میں گزار دی۔ ایسے شخص کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ اندھا ہوگا۔ اسی اندھے پن سے بچنے کے لیے علامہ اقبال نے کیا خوب نصیحت کی ہے: ع ”دیدن دگر آموز‘ شنیدن دگر آموز!“

فرمان نبویؐ

چار نیکیوں کی جزا

عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رِضِیَ اللّٰہُ عَنہ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَنۡ نَفَّسَ عَنۡ مُّؤۡمِنٍ کُرۡبَۃَ مِّنۡ کُرَبِ الدُّنۡیَا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنۡہُ کُرۡبَۃً مِّنۡ کُرَبِ یَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ۔ وَمَنۡ یَسَّرَ عَلٰی مُعۡسِرٍ یَسَّرَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَمَنۡ سَتَرَ مُسۡلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ فِیۡ عَوۡنِ الۡعَبۡدِ مَا کَانَ الۡعَبۡدُ فِیۡ عَوۡنِ اَخِیۡہِ))

(رواہ مسلم کتاب الذکر والدعا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے مؤمن کو دنیا کی کسی سخت مصیبت سے نکالا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی کسی ہولناک مصیبت سے اسے نکالے گا۔ جس نے کسی تنگدست کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی مشکلات کو اس کے لیے آسان کر دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی عیب پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی عیب پوشی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی مدد کرنے میں لگا رہتا ہے۔“

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ادار یہ

مرزا ایوب بیگ

آسیا یک پیکر آب و گل است
ملتِ افغاں درآں پیکر دل است!

پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں ہارٹ آف ایشیا کانفرنس کے نام سے عالمی سطح پر ایک میلہ سجایا گیا ہے۔ یہ کانفرنس اگرچہ نو دسمبر کو چند گھنٹے کے لیے منعقد ہوئی لیکن عالمی بڑوں کی آمد 8 دسمبر سے شروع ہو چکی تھی اور رَفت 10 دسمبر کو مکمل ہوئی۔ یہ بزرگانِ دنیا افغانستان کے مستقبل کے حوالہ سے جمع ہوئے تھے تاکہ وہاں امن قائم کیا جا سکے۔ البتہ یہ ''بڑے'' امن کسے کہتے ہیں اور دہشت گردی و خون ریزی کسے قرار دیتے ہیں، یہ ہمارے فہم سے ہمیشہ بالاتر رہا۔ امریکہ اگر کسی تحقیق کے بغیر جھوٹے عذرات تراش کر افغانستان اور عراق کو تباہ و برباد کر دے، ڈیزی کٹر اور سمارٹ بموں سے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دے تو پھر بھی امن کا داعی اور صدر امریکہ امن کے نوبل پرائز کا حقدار اور ان مظلوم اور محکوم ممالک کے عوام اگر آزادی کی جنگ لڑیں، غیر ملکی تسلط سے آزاد ہونے کی کوشش کریں تو جنگجو اور امن ہی نہیں انسانیت کے دشمن ٹھہریں۔ یہ بے انصافی یہ ظالمانہ طرزِ عمل کبھی دنیا میں امن قائم ہونے دے گا؟ بہرحال کانفرنس کے اعلامیہ کی جو کلیدی اور مرکزی بات سامنے آئی وہ یہ تھی کہ افغانستان کے مسئلہ کو پُرامن طریقہ سے حل کرنے کے لیے افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لایا جائے۔ اعلان کا انداز کچھ اس طرح کا تھا جیسے زبردستی اُنہیں کھینچ کر لایا جائے گا۔ ہمیں اس کانفرنس میں آسٹریلیا، جرمنی اور ڈنمارک وغیرہ جیسے ممالک کی شرکت سمجھ میں نہ آسکی کہ آخر وہ اس مسئلہ سے کیا تعلق رکھتے ہیں اور اہم ترین بات یہ کہ ہم جب تاریخِ عالم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یکطرفہ مسلط کردہ جنگیں سینکڑوں کی تعداد میں ملتی ہیں لیکن ہمیں تاریخ میں کبھی بھی زبردستی اور یکطرفہ مسلط کردہ امن نظر نہیں آتا۔ پھر یہ کہ دنیا میں جنگیں ہوئیں، ایک فریق کو شکست ہوئی۔ فاتح نے اپنی شرائط منوائیں مفتوح زیر ہوا، ذلیل اور شرمندہ ہوا، بات ختم ہوگئی۔ افغانستان کی جنگ کا عجیب و غریب مسئلہ ہے۔ میدان میں شکست خوردہ قوت میز پر فاتح کی حیثیت سے بیٹھنا چاہتی ہے۔ وہ دوسرے فریق کو جسے اگرچہ فاتح تو نہیں کہا جا سکتا البتہ وہ اس بڑی قوت کو زچ کرنے اور اُس کے سامراجی عزائم کو بُری طرح شکست دینے میں بہت کامیاب رہا ہے، امریکہ اُسے ڈکٹیٹ (dictate) کرنا چاہتا ہے۔ وہ پہیہ کو الٹا چلانا چاہتا ہے۔ یہ انوکھا کام آخر ہو تو کیسے ہو؟ یہ حقیقت ہے جسے تسلیم کیا جانا چاہیے کہ امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کے پاس اتنی قوت ہے کہ وہ ساری دنیا کو کئی بار تباہ و برباد کرنے بلکہ ملیامیٹ کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ دنیا کو راکھ کا ڈھیر بنا سکتے ہیں، لیکن اُنہیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ بربادی پھیلانے اور زمین پر زندہ لوگوں پر کنٹرول حاصل کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا افغانستان کی سرزمین میں جہاں پہاڑ ہیں، غار ہیں اور راستے ناہموار ہیں، پھر یہ کہ افغان طالبان جنگجو ہیں، پُرعزم ہیں، اپنے علاقوں سے اچھی طرح آشنا ہیں، غیر کی غلامی قبول کرنا اُن کی جبلت میں نہیں ہے اور اہم ترین بات یہ کہ جذبہ ایمانی سے سرشار ہیں۔ اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کے اپنے ملک میں نفاذ کے حوالہ

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

3 تا 9 ربیع الاوّل 1437ھ — جلد 24
15 تا 21 دسمبر 2015ء — شمارہ 47

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سے مخلص ہیں۔ وہ اپنے اس اخلاص کا ثبوت اُس وقت بھی دے چکے ہیں جب اُنہیں افغانستان پر حکومت کرنے کا موقع میسر آیا تھا۔ لہٰذا اُنہیں غیبی تائید حاصل ہے، اس آخری نکتہ کو سیکولر ذہن کبھی تسلیم نہیں کرے گا اور نہ ہی اُس کا یہ مسئلہ حل ہو سکے گا کہ پسماندہ بے سروسامان افغان طالبان امریکہ بمع نیٹو اور نان نیٹو اتحادیوں کے لیے لوہے کا چنا کیوں ثابت ہو رہے ہیں۔ ہمیں اگر تشویش ہے تو صرف اس بات کی اگر افغان طالبان کی صفوں میں انتشار پیدا ہو گیا اور باہمی قتل و غارت ختم نہ ہوا جیسے کہ بعض اطلاعات آ رہی ہیں تو پھر دشمن کا کام آسان ہو جائے گا۔ افغان طالبان کو ایک اور صرف ایک امیر کی اطاعت کرتے ہوئے متحد رہنا ہوگا اس صورت میں اُنہیں اللہ کی تائید بھی حاصل رہے گی فتح اور ظفرمندی اُن کے قدم چومے گی۔ افغانستان کے حوالہ سے آخری بات یہ کہ اللہ کا شکر ہے دنیا نے اُسے ایشیا کا دل تسلیم کیا ہے لہٰذا اس دل کی دھڑکن کو بے ترتیب نہیں ہونا چاہیے ورنہ نقصان صرف ایشیا کا نہیں عالمی سطح پر ہو سکتا ہے۔ جدید علوم اور ٹیکنالوجی کی حامل ان قوتوں کو افغانستان کی اہمیت کا اب احساس ہو رہا ہے۔

انیسویں صدی کا اقبال نامی شاعر پون صدی پہلے کہہ چکا ہے۔

آسیا یک پیکر آب و گل است
ملت افغاں در آں پیکر دل است!
از فسادِ او فسادِ آسیا
از کشادِ او کشادِ آسیا!

ہارٹ آف ایشیا کانفرنس میں شرکت کے لیے بھارت کی وزیر خارجہ کی پاکستان آمد نے سیاسی اور سفارتی حلقوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اگرچہ محترمہ نے ائیرپورٹ پر ہی ایک ایسا جملہ کہا اور ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی کہ ہارٹ آف ایشیا کانفرنس کی وجہ سے مجھے پاکستان آنا پڑا اور جب پاکستان آئی ہوں تو میاں نواز شریف اور مشیر خارجہ سے ملنا مجھ پر واجب ہو گیا یعنی میں افغانستان سے اپنے تعلق اور رول کی وجہ سے آئی ہوں اس سے بھارت پیچھے نہیں ہٹ سکتا اور جب پاکستان آ ہی گئی ہوں تو یہ سفارتی آداب اور اخلاق کا تقاضا ہے کہ یہاں کے حکمرانوں سے ملاقات بھی کر لوں۔ یعنی چور چوری سے جاتا ہے ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب مودی صاحب جس جنگجویانہ انداز سے اور جس طمطراق سے ایوان اقتدار میں داخل ہوئے تھے گویا وہ اپنی بدن بولی سے کہہ رہے تھے کہ پاکستان کی حیثیت ہی کیا ہے؟ وہ تو جلد ہمارے پاؤں میں گرا ہوگا۔ قارئین کو اگر یاد ہو ماضی میں وہ کانگرسی حکومت کو کئی بار یہ طعنہ دے چکے تھے کہ تم کیا پاکستان جیسے ملک سے مذاکرات پر آمادہ ہو جاتے ہو۔ لہٰذا اُنہوں نے آتے ہی انتہائی جارحانہ انداز اختیار کیا۔ وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف کی بھارت سے ہر قیمت پر دوستی کی خواہش اور پُراسرار طرزِعمل نے اُنہیں مزید حوصلہ دیا۔ لہٰذا اُنہوں نے پاکستان سے توہین آمیز رویہ اختیار کیا۔ کشمیر میں کنٹرول لائن اور سیالکوٹ کی ورکنگ بارڈر پر جھڑپیں شروع کر دیں۔ پھر یہ کہ امریکی پشت پناہی نے اُن کے دماغ میں خناس پیدا کر دیا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی وقت بھی پاکستان پر حملہ آور ہوں گے۔ لیکن حسن اتفاق کہیں یا مودی کی شومئی قسمت کا معاملہ تھا کہ پاکستان کی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل راحیل شریف نے زبانی اور عملی طور پر ترکی بہ ترکی جواب دیا، جس سے اُن کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ پھر یہ کہ امریکہ کو بھی افغانستان کے کمبل سے جان چھڑانے کے لیے پاکستان کا تعاون درکار تھا۔ لہٰذا بھارت کے فطری اتحادی امریکہ نے بھی اُنہیں راہ راست پر آنے کا مشورہ دیا۔ اور مذاکرات کی ترغیب دی اور بھارت نے مذاکرات کے حوالہ سے اپنی خفت مٹانے کے لیے ہارٹ آف ایشیا کانفرنس کا سہارا لیا ورنہ بہت سے دوسرے ممالک کی نمائندگی اُن کی وزارت خارجہ کے افسران نے کی۔ البتہ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اڑسٹھ سال سے مذاکرات کا حشر دیکھتے ہوئے ہم بھارت سے مذاکرات کے لیے کیوں تڑپتے رہتے ہیں۔ بھارت مذاکرات پر آمادہ نہ ہو رہا ہو تو ہماری راتوں کی نیند کیوں حرام رہتی ہے اور اس مرتبہ تو خطے کا بہت بڑا ’’انسانی مسئلہ‘‘ جس کے بغیر شاید دنیا کا نظام ہی خطرے میں پڑ جاتا، وہ تھا بھارت سے کرکٹ کھیلنے کا مسئلہ۔ ہمارے کرکٹ بورڈ کے چیئرمین شہریار بھارت میں بُری طرح ذلیل و خوار ہوئے، لیکن اُن سے کرکٹ کھیلنے کے لیے مسلسل منت ترلے کرتے رہے۔ حضرت جس طرح ٹیلی ویژن پر نمودار ہو کر شاید آج، شاید کل بھارت مان جائے کا ورد کرتے رہے، اس سے دیکھنے والوں کے ماتھے پر پسینہ آتا رہا۔ لیکن پی سی بی کے چیئرمین شہریار کی مستقل مزاجی میں فرق نہ آیا۔ وہ ہاتھ جوڑتے رہے، ’’اب تو سیاں مان جاؤ‘‘ کہتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نہ مذاکرات کے خلاف ہیں نہ کھیل کے لیکن قوموں کی عزت اور وقار بھی کوئی چیز ہوتی ہے، شرم وحیا بھی کسی چڑیا کا نام ہے۔ بچھ جانے کی کوئی حد بھی ہوتی ہے۔ بہرحال شہریار صاحب کی زبان پر دل کی بات آ ہی گئی۔ فرماتے ہیں، سیریز نہ ہوئی تو ہم پانچ کروڑ ڈالر سے محروم ہو جائیں گے۔ یہ ڈالر بھی کیا شے ہے پاکستان میں بڑوں بڑوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل جاتی ہے اور وہ اوندھے منہ پڑے ہوتے ہیں۔ 5 کروڑ ڈالر کا سوال ہے بابا! نہ جانے اِن تین دنوں میں ایک بے مقصد کانفرنس کے انعقاد کے لیے اس غریب قوم کے کتنے کروڑ ضائع ہوئے ہوں گے۔ البتہ حکمرانوں کو شان و شوکت کے اظہار اور عالمی سطح پر میڈیا کوریج کا سنہرا موقع تو میسر آ گیا۔ اِن 5 کروڑ ڈالرز سے بھی بیرونی ممالک کے سیر سپاٹے اور باہمی بندر بانٹ ہونا تھی جو فی الحال نہ ہو سکی۔ لیکن شہریار مایوس نہیں ہوئے، امید کا دامن ابھی اُن کے ہاتھ سے چھوٹ نہیں گیا، شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت: اِک جہدِ مسلسل سے عبارت!

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 27 نومبر 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: حافظ محمد زاھد

سورۃ المعارج کے بعد ترتیب مصحف میں سورۃ نوح ہے۔ یہ سورت اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر اور رسول حضرت نوح علیہ السلام سے منسوب ہے اور ان شاء اللہ اب ہم نے اس کا مطالعہ کرنا ہے۔ اُس سے پہلے قرآن مجید کی سورتوں کے نام اور قرآن مجید میں انبیاء ورسل کے تذکرہ کے بارے میں چند باتیں نوٹ کرلیں۔ پہلی اصولی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف چند ایک رسولوں اور نبیوں کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے، جبکہ بہت سوں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں کیا گیا۔ ایک حدیث کے مطابق ایک لاکھ سے زائد انبیاء اور تین سو سے زائد رسول مبعوث ہوئے ہیں جبکہ قرآن مجید میں صرف بیس' بائیس کا تذکرہ ہے اور ان میں سے بعض کا تذکرہ صرف نام کی حد تک ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں کے نام صرف تعارف کے لیے ہیں۔ بعض اوقات تو سورت کا نام ہی پوری سورت کا موضوع ہوتا ہے' جیسے سورۃ القیامہ' قیامت ہی کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اسی طرح کچھ سورتیں اور بھی اس طرح کی مل جائیں گی' لیکن اکثر اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ سورت کے اندر بے شمار اہم مضامین آئے ہیں اور اس کا عنوان ایسا تجویز کر دیا گیا جس کا اصل موضوع سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ قرآن مجید کی طویل ترین سورت ہے اور ایک اعتبار سے اسے قرآن مجید کی چوٹی بھی قرار دیا گیا ہے۔ وہ اس لیے کہ اسلام، شریعت اور ایمانیات کے حوالے سے کوئی ایسا مضمون یا موضوع نہیں ہے جو اس سورت میں زیر بحث نہ آیا ہو' لیکن اس کا نام ''البقرۃ'' رکھا گیا۔ بنی اسرائیل کے ذکر میں ایک جگہ بقرہ (گائے) کا تذکرہ آیا تو اسی کو گویا اس سورت کی پہچان بنا دیا گیا، جبکہ اس کا تعلق سورت کے مرکزی مضمون سے نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ بعض انبیاء اور رُسل کے نام پر سورتیں منسوب کی گئی ہیں' مثلاً سورۃ ابراہیم، سورۃ یونس، سورۃ ہود وغیرہ' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سورتوں میں صرف اسی نبی یا رسول کا تذکرہ ہے' بلکہ ان میں دوسرے نبی اور رسولوں کا ذکر بھی آیا ہے۔ مثلاً سورۃ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر صرف ڈیڑھ رکوع میں ہے جبکہ باقی پوری سورت میں اور مضامین بیان ہوئے ہیں۔ سورۃ ہود میں حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ دوسرے رسولوں اور توحید کے مباحث کا تذکرہ ہے۔ سورۃ یونس بڑی مفصل سورت ہے اور اس میں بہت سارے مضامین آئے ہیں جبکہ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر تو صرف چند آیات میں ہے۔ سورۂ یوسف 12 رکوعوں پر مشتمل طویل سورت ہے اور اس کے 11 رکوع میں حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ ہے' جبکہ آخری رکوع میں توحید اور شرک کا تذکرہ ہے۔ اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بھی ایک سورت ہے: سورۂ محمد۔ اس میں آپؐ کا ذکر سورت کے آغاز میں آیا ہے' لیکن اس کے بعد منافقین کا تذکرہ ہے اور بہت سے اہم مضامین بھی آئے ہیں۔ البتہ ہمارے زیر مطالعہ سورۂ نوح قرآن مجید کی واحد سورت ہے جو پوری سورت انہی کے گرد گھوم رہی ہے۔ اس اعتبار سے یہ قرآن مجید کی منفرد سورت ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی نوٹ کیجیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نام سے کوئی سورت نہیں ہے لیکن آپؑ کا ذکر بقیہ تمام رسولوں کے مقابلے میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اس لیے کہ آپؐ کا ذکر تو قرآن میں ہر جگہ موجود ہے) سب سے زیادہ تفصیل سے آیا ہے۔ سورۃ طٰہٰ اور سورۃ القصص کے پانچ پانچ رکوعوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیل سے تذکرہ ہے۔

قرآن مجید کی سورتوں کے حوالے سے چند تمہیدی باتوں کے بعد اب ہم سورۂ نوح کی طرف آتے ہیں۔ سورۂ نوح کا ماقبل سورۃ المعارج سے ربط یہ ہے کہ سورۃ المعارج کے آغاز اور اختتام میں یہ مضمون آیا تھا کہ کافر لوگ انتہائی ڈھٹائی کے انداز میں پوچھتے ہیں کہ وہ عذاب کب آئے گا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ڈرا رہے ہیں اور قیامت کب آئے گی۔ یہ تو تھا کفار اور مشرکین کا طرزِ عمل، جبکہ مسلمانوں کے دل میں بھی کبھی یہ بات آجاتی تھی کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فقرے بھی چست کرتے ہیں اور ہر اعتبار سے آپؐ کو ایذا بھی دیتے ہیں' لیکن ان پر اللہ کا عذاب کیوں نہیں آرہا۔ اب اسی پس منظر میں آگے سورۃ نوح آرہی ہے اور مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ تم صبر سے کام لو، بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کو یاد کرو جنہوں نے ساڑھے نو سو برس تک دعوت کا کام کیا اور قوم کے نہ ماننے پر تب جا کے اللہ کا عذاب آیا تھا۔

اس ربط کو جاننے کے بعد اب ہم سورت کا مطالعہ شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلی آیت میں فرمایا:

﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ①﴾

''ہم نے بھیجا تھا نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کی طرف کہ خبردار کر دو اپنی قوم کو اس سے پہلے کہ آدھمکے ان پر

ایک دردناک عذاب۔“

رسالت اور نبوت میں ایک درجہ کا فرق ہے۔ نبوت ابتدائی درجہ ہے‘ جبکہ رسالت اس سے اوپر کا درجہ ہے۔ نبیوں پر بھی وحی آتی تھی اور وہ بھی ایک مصلح کے طور پر اصلاح کا کام کرتے تھے‘ لیکن نبی کی تکذیب پر عذاب ہلاکت نہیں آتا تھا۔ جبکہ رسول اللہ کے باقاعدہ نمائندے کے طور پر کسی خاص علاقے اور قوم میں بھیجا جاتا تھا اور اس کے ساتھ ہی دھمکی بھی دی جاتی تھی کہ اگر رسول کی بات نہیں مانو گے تو اللہ کی طرف سے ایسا عذاب آئے گا کہ نہ ماننے والوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچے گا۔ اسے کہتے ہیں عذاب ہلاکت یا عذاب استیصال یعنی ایسا عذاب جو قوم کو جڑ سے ختم کر دے۔ چنانچہ رسول کی دعوت کا بنیادی نقطہ یہ ہوتا تھا کہ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، نہیں تو تم پر عذاب آ جائے گا۔

آیت 2 میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی حیثیت واضح کرتے ہوئے قوم سے فرمایا:

﴿قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾

”آپ علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! میں تمہارے لیے واضح طور پر ایک خبردار کرنے والا ہوں۔“

رب العالمین کی طرف سے حضرت نوح علیہ السلام کو جو مشن دیا گیا تھا، وہ انہوں نے اپنی قوم کو بتا دیا کہ میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا اس کا نمائندہ ہوں اور میرے ذمے تمہیں صاف صاف خبردار کر دینا ہے۔ یعنی کائنات کے اصل حقائق کو تم تک پہنچانا میری ذمہ داری ہے اور وہ حقائق یہ ہیں کہ اللہ ہمارا خالق اور مالک ہے اور دنیا میں انسان کو آزمائش کے لیے بھیجا گیا ہے اور پھر موت کے بعد تم دوبارہ اٹھائے جاؤ گے‘ جہاں ہر ایک کو معلوم ہوگا کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام! اگر تم اللہ پر ایمان نہ لائے اور اللہ کی بھیجی ہوئی اُن تعلیمات پر عمل نہ کیا جو میں تمہیں بتا رہا ہوں تو پھر آخرت کا عذاب تو ہے ہی، لیکن اس دنیا میں بھی تم پر عذاب ہلاکت آئے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اس عذاب سے بچانے کا طریقہ بھی بتایا:

﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝﴾

”کہ تم لوگ اللہ کی بندگی کرو‘ اُس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔“

مجھے میرے رب نے اتھارٹی بنا کر بھیجا ہے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا، بلکہ یہ اللہ ہی کا فرمان ہے۔ لہٰذا اللہ کے احکامات پر چلو، تقویٰ کے تقاضوں کو پورا کرو اور میری اطاعت کرو۔ اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر اس کا انجام تمہیں بھگتنا پڑے گا۔

رسولوں کی دعوت کے حوالے سے ایک مشترکہ بات یہ ہے کہ سب سے پہلے قوم کے سردار اِن کی مخالفت میں کھڑے ہوتے تھے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ انہیں نظر آتا تھا کہ ہم نے جو پورا نظام بنایا ہوا ہے اور اس سے ہمیں جو مراعات بھی حاصل ہو رہی ہیں، اگر یہ دین حق آ گیا تو پھر ہمارے اس مشرکانہ نظام کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے رسولوں کی مخالفت سب سے پہلے قوم کے سرداروں کی طرف سے ہوتی تھی اور پھر عوام ان کے پیچھے چلتے تھے۔

آگے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بھی اللہ کی بندگی کرے گا‘ تقویٰ کی زندگی اختیار کرے گا اور میری اطاعت کرے گا تو اس کا فائدہ یہ ہوگا:

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

”اللہ تمہارے کچھ گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں مہلت دے دے گا ایک وقت معین تک۔ اللہ کا

پریس ریلیز 11 دسمبر 2015ء

ہارٹ آف ایشیا کانفرنس کے نام سے عالمی میلہ سجا کر امریکہ نے پاکستان کو یہ ٹاسک دیا ہے کہ وہ افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لائے

پاکستان ہر وقت بھارت سے مذاکرات کی بھیک مانگتا رہتا ہے۔ مشترکہ اعلامیہ میں سانحہ ممبئی کا ذکر کیا لیکن سمجھوتہ ایکسپریس کا ذکر نہیں کیا

پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ نہ کر کے ہم نے اپنے وعدے سے انحراف کیا ہے جو اللہ اور رسول سے غداری کے مترادف ہے

حافظ عاکف سعید

امریکہ نے پاکستان کو اپنا زرخرید غلام سمجھ رکھا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہارٹ آف ایشیا کانفرنس کے نام سے عالمی میلہ سجا کر امریکہ نے پاکستان کو یہ ٹاسک دیا ہے کہ وہ افغان طالبان کو مذاکرات کی میز پر لائے اور اُسے افغانستان کے کمبل سے نجات دلائے۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک طرف امریکہ پاکستان کو افغان طالبان کے حوالہ سے ڈو مور کا حکم دیتا ہے اور دوسری طرف اُنہیں مذاکرات کے لیے میز پر لانا چاہتا ہے۔ یہ امریکی پالیسی کا واضح تضاد ہے۔ بھارتی وزیر خارجہ سشما سوراج کے پاکستان کے دورے پر تبصرہ کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ پاکستان ہر وقت بھارت سے مذاکرات کی بھیک مانگتا رہتا ہے لیکن مذاکرات جب بھارت کی ضرورت ہوتی ہے تب اُن کا انعقاد کر لیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ سانحہ ممبئی کا ذکر مشترکہ اعلامیہ میں کیا گیا ہے کہ اُس کے ملزموں کو جلد از جلد کیفر کردار تک پہنچایا جائے لیکن سمجھوتہ ایکسپریس میں پاکستانی مسافروں کو بھارت میں جو جلا کر بھسم کر دیا گیا تھا اُس کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ درحقیقت یہ ہماری اندرونی کمزوری کا نتیجہ ہے جس کا دشمن بھرپور فائدہ اٹھاتا ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کا نفاذ نہ کر کے ہم نے اپنے وعدے سے انحراف کیا ہے جو اللہ اور رسول سے غداری کے مترادف ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

مقرر کردہ وقت جب آ جائے گا تو اسے مؤخر نہیں کیا جا سکے گا۔ کاش کہ تمہیں معلوم ہوتا!''

یعنی تم سے جو سابقہ کوتاہیاں اور غلطیاں ہوئی ہیں...... تم لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے رہے ہو' اللہ کے ساتھ شرک بھی کرتے رہے ہو' لیکن اگر تم میری اس دعوت پر ایمان لے آ ؤ تو اللہ سب معاف کر دے گا اور اللہ تمہیں مزید مہلت دے گا جس میں تم نیک کام کر کے اور کامیابیاں حاصل کر سکتے ہو۔

آئندہ آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے انداز دعوت کا پورا نقشہ نظر آتا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کے لیے خود کو کس کس طرح سے ہلکان کیا۔ قوم کو دعوت وتبلیغ کرتے اور پیغام حق سناتے ہوئے نو صدیاں بیت گئیں لیکن قوم اس دعوت حق پر کان دھرنے پر آمادہ نہیں ہوئی۔ جب آپ کو ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عرض داشت پیش کی:

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝۵ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝۶ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷﴾

''نوح نے عرض کیا: پروردگار! میں نے تو اپنی اس قوم کو رات دن دعوت دی ہے' لیکن میری اس دعوت نے ان میں کچھ اضافہ نہیں کیا سوائے فرار کے۔ اور میں نے جب بھی انہیں پکارا تا کہ تو ان کی مغفرت فرمادے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے بھی اپنے اوپر لپیٹ لیے اور وہ ضد پر اڑ گئے اور انہوں نے استکبار کیا' بہت بڑا استکبار۔''

آیت 7 میں خاص طور پر سردارانِ قوم کے طرز عمل کا بیان ہے۔ ہر دور میں یہ رہا ہے کہ قوم کے بڑے بڑے سردار اور چودھری اپنے لباس کے اوپر نفیس قسم کی چادر لپیٹا کرتے تھے تو زیر مطالعہ آیت میں گویا ان کی شانِ استغناء کا ذکر ہے کہ ساری بات سن کر بہت ہی بے توجہی اور بے زاری کے ساتھ اٹھے' اپنی چادر لپیٹی اور چل پڑے۔

اگلی دو آیات میں قوم کو دعوت دینے کے حوالے سے حضرت نوح علیہ السلام کے مختلف طریقوں کا ذکر ہے:

﴿ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹﴾

''پھر (اے پروردگار) میں نے انہیں بلند آواز سے بھی پکارا۔ پھر میں نے انہیں علانیہ دعوت بھی دی اور خفیہ طور پر بھی سمجھایا۔''

ایک ہوتا ہے کہ مجمع عام میں دعوت دینا اور ایک ہے ہر ایک سے الگ الگ ملاقات کر کے پیغام سمجھانا تو حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے ہر طریقہ اختیار کیا' لیکن ان پر کسی بھی طریقے کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

اب اگلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو ایمان لانے کے فوائد گنوا رہے ہیں جو دنیوی بھی ہیں اور اُخروی بھی۔ فرمایا:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰﴾

''پس میں نے ان سے کہا کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا ہے۔''

یعنی ایمان کے نتیجے میں اللہ سابقہ تمام گناہ بخش دے گا' اس لیے کہ وہ انتہائی بخشنے والا ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اُحد پہاڑ جتنے بھی کسی کے گناہ ہو جائیں' لیکن سچی توبہ کرنے سے اللہ سب معاف کر دے گا اور یہ اس کی شانِ غفاری کا مظہر ہے۔

اگلی آیات میں دنیوی فوائد کا تذکرہ کیا گیا ہے:

﴿یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱ وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝۱۲﴾

''وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا۔ اور وہ بڑھا دے گا تمہیں مال اور بیٹوں سے اور تمہیں باغات عطا کرے گا اور تمہارے لیے (چشمے اور) نہریں رواں کر دے گا۔''

یعنی دنیا میں بھی ہر اعتبار سے تمہیں خوشحالی عطا کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں دنیا ہی تمہارے لیے جنت بن جائے گی اور وہ سارے اسباب جو اس وقت دنیا میں خوشحالی کے طریقے ہیں اور جس سے عوام کو اور پوری قوم کو فائدہ پہنچتا ہے' وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا۔

اس حوالے سے یاد رکھیں کہ رسولوں کو جو نظام دیا جاتا ہے وہ ہر اعتبار سے عدل وقسط کی بنیاد پر ہوتا ہے اور جب وہ قائم ہوتا ہے تو اس کے نتیجے میں خوشحالی بھی آتی ہے اور اللہ کی طرف سے برکات کا نزول بھی ہوتا ہے۔ آج کل سود کی بحث چل رہی ہے جو بدقسمتی سے ہمارے جسد ملی کا لازمی حصہ بن چکا ہے۔ اس میں صدر ممنون کا بیان آیا تھا کہ ہمارے علماء کو چاہیے کہ وہ ہاؤس بلڈنگ فنانس کے لیے جو قرضے سود پر دیے جاتے ہیں' اس میں کچھ نرمی سے کام لیں اور اس میں کچھ گنجائش نکالیں۔ اگرچہ اب اس کی کچھ تردید بھی آئی ہے' لیکن میری ان سے گزارش ہے کہ اگر آپ عوام کو ریلیف دینا چاہ رہے ہیں تو سود میں گنجائش نکالنے کے بجائے اسے ختم ہی کر دیں اور اللہ کے نظام کو نافذ کر دیں جس کے نتیجے میں خوشحالی اور برکات کا ظہور ہو گا۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ تم ایمان لے آ ؤ اور نظام الٰہی کو نافذ کر دو تو تم پر برکات کا نزول ہو گا۔

ایمان کے دنیوی واُخروی فوائد کا تذکرہ کرنے کے باوجود جب قوم ایمان نہیں لائی تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۳﴾

''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے امیدوار نہیں ہو؟''

اللہ تعالیٰ سب کچھ کرنے پر قادر ہے اور سب کچھ اس کے ہاتھ میں ہے۔ جو اس کے وفادار بندے ہیں اور جو اس کے دین کو قائم کرنے والے ہوتے ہیں' ان کے لیے دنیا میں بھی ساری فراوانی ہے تو تم اللہ کی عظمت سے ناامید کیوں ہو۔

اگلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام اللہ رب العالمین کی عظمتوں اور قدرتوں کو بیان کر رہے ہیں:

﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۴ اَلَمْ تَرَوْا كَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝۱۵ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝۱۶﴾

''اور اس نے تمہیں پیدا کیا ہے درجہ بدرجہ۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے کیسے پیدا کیا ہے سات آسمانوں کو اوپر تلے! اور ان کے اندر اُس نے چاند کو روشنی اور سورج کو (درخشاں) چراغ بنایا!''

یعنی تم اس کی عظمت سے ناامید ہو' حالانکہ تم ذرا غور تو کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کس طریقے سے مرحلہ وار پیدا کیا ہے اور پھر یہ کائنات کا سارا نظام ترتیب دیا ہے جو تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔

زیر مطالعہ آیت میں چاند کی روشنی کو نور کہا گیا ہے اور نور عام طور پر ٹھنڈی روشنی کے لیے آتا ہے جبکہ سراج کے اندر حرارت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ

نے تمہارے ہی لیے پیدا کیا ہے۔ آج کی سائنس جانتی ہے کہ اس زمین کے اندر انسانی زندگی جو ممکن ہوئی ہے‘ اس میں سورج اور چاند کا ایک اہم کردار ہے۔ اگر سورج نہ ہوتا تو یہاں پر زندگی ممکن ہی نہیں تھی۔ یہ چیز تو اب بہت واضح ہو چکی ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور پھر انسان کو آزمائش کے لیے یہاں کچھ عرصہ گزارنا ہے اور بالآخر یہاں سے چلے بھی جانا ہے۔ یہ سب مانتے ہیں اور جو نہیں مانے گا اس کی عقل کا دوسرے ماتم ہی کریں گے۔ اس ضمن میں سمجھنے کی اصل بات یہی ہے کہ رب العالمین نے ہمیں کس لیے پیدا کیا اور پھر ایک اور عالم بھی ہے جس میں وہ ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا۔ اسی بات کا تذکرہ اگلی آیات میں کیا گیا ہے:

﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۱۷ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ۱۸﴾

’’اور اللہ نے تمہیں اُگایا ہے زمین سے جیسے (سبزہ) اُگایا جاتا ہے۔ پھر وہ تمہیں لوٹا دے گا اسی میں اور پھر نکالے گا تمہیں جیسے نکالا جاتا ہے۔‘‘

یعنی یہ جسد تمہارا اسی مٹی میں پیوند خاک ہو جائے گا اور پھر وہ تمہیں از سرنو برآمد کرے گا۔

﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۱۹ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۲۰﴾

’’اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو بچھا دیا ہے بچھونے کی طرح تاکہ تم چلو پھرو اس میں کشادہ راستوں پر۔‘‘

سورۃ الملک‘ آیت 15 میں ہم پڑھ چکے ہیں: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا......﴾ ’’وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنا دیا ہے زمین کو پست......‘‘ ذلول کا لفظ ایک بہت ہی فرماں بردار جانور کے لیے آتا ہے کہ اسے آپ جدھر لے جانا چاہیں‘ وہ چل پڑے۔ اسی طرح یہ زمین بھی فرماں بردار ہے اور ہم جس طرح چاہیں‘ زمین کو استعمال کر سکتے ہیں۔ جیسے چاہے اس میں راستے نکال لیں‘ مکان کھڑا کر دیں یا بیسمنٹ بنا لیں‘ یہ ہمیں کہیں رکاوٹ نہیں ڈال رہی۔ اللہ نے اس زمین کو انسان کے تابع کر دیا ہے۔ انسان کی ضرورت کی ساری چیزیں اللہ نے اسی زمین میں رکھی ہیں اور انسان ان سے بھرپور فائدہ اٹھا رہا ہے۔

اب یہاں پر ایک رکوع مکمل ہوا۔ ان شاء اللہ دوسرے رکوع کا مطالعہ آئندہ ہوگا!! ☆☆☆

کار تریاقی

راہبر اپنا ابھی تک ہم نہ پہچانے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان قانون کی حکمرانی کے اعتبار سے دنیا میں 102 ممالک میں سے 98 نمبر پر ایستادہ ہے! 2015ء میں قانون کی حکمرانی کے انڈکس نے ترقیٔ معکوس کا یہ راز فاش کیا ہے۔ خدشہ تو ہمیں تھا ہی کہ ہر طرف اندھا دھند پولیس مقابلوں میں مارے جاتے لوگ۔ یہ الگ کہانی ہے کہ ان دھواں دھار مقابلوں میں حیرت انگیز طور پر یک طرفہ گولیوں کی بوچھاڑ سے ملزمان (مجرم نہیں کیونکہ عدالتوں تک رسائی ممکن نہیں) ہی مارے جاتے ہیں، کہلاتا بہرحال مقابلہ ہی ہے۔ حقوق انسانی، وکلاء، وزارت قانون، عدالتیں سب پر سناٹا طاری ہے۔ اسی لیے ہم اس مقام بلند پر فائز ہیں کہ صرف 4 ممالک ہم سے آگے ہیں اس قتل مقاتلوں کی دوڑ میں۔ شاید مصر، بنگلہ دیش قسم کے ممالک ہوں گے جہاں عدلیہ صرف پھانسیاں اور زندان خانوں کی خانہ آبادی کا کام کرتی ہے۔

ہزاروں لاپتہ افراد...... ان کے کوائف حکمرانی کے نام پر ہمارے قانون، عدالتی نظام کے دامن پر سیاہ دھبہ ہے۔ حال ہی میں چیف جسٹس پاکستان نے بلوچستان میں تقریر کرتے ہوئے لاپتہ افراد کا تذکرہ ضرور کیا۔ مگر امید کی کرن ابھرنے سے پہلے ہی پھر فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ مسئلہ صرف بلوچستان کا نہیں۔ پورے پاکستان سے نوجوان لاپتہ کیے گئے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان نہ ہوا، روانڈا ہو گیا جہاں کوئی پوچھنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا۔ اس ذمہ داری میں میڈیا بھی برابر کا شریک ہے۔ ریٹنگ گیم میں ایان علی، ریحام خان کے مقابل ایسے مسائل مقام کیونکر پا سکتے ہیں۔ یہ وہ حساس موضوع ہے جس پر بڑے بڑے حقوق انسانی کے دعوے داروں کے بھی پر جلتے ہیں۔ سپریم کورٹ سے جسٹس دوست محمد نے کچی بستیوں کے غرباء کے حق کے لیے آواز اٹھائی تو یاد آیا کہ محترم جج جب پشاور ہائی کورٹ میں تھے تو لاپتہ افراد کی دادرسی کے لیے ایک توانا آواز اٹھتی رہی۔

چیف جسٹس جمالی صاحب نے سینیٹ میں خطاب کرتے ہوئے آئین کی بالادستی کی بات کی۔ انہوں نے واضح کیا کہ قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں تو اس انکشاف پر خوشگوار حیرت ہوئی اور یہ بھی فرمایا کہ قانون کی بالادستی ناگزیر ہے کیونکہ ملک کا مستقبل عدلیہ کی آزادی اور قانون کی بالادستی سے مربوط ہے۔ یقیناً حقائق تو یہی ہیں لیکن شاید عدلیہ کی آزادی، قانون کی حکمرانی بحال کرنے کے لیے ایک اور تحریک کی ضرورت ہے! اس لیول پر تو درستگی ہو جائے کہ سویلین حکومت اور ادارے کسی قطار شمار میں ہیں؟ کوئی حقیقت رکھتے ہیں؟ بلاشبہ بی بی جمہوریت کو بھی اپنا گھر ٹھیک کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ منتخب حکومت کھڈے لائن لگا دی جائے۔ امور داخلہ، خارجہ پالیسی، دنیا میں پاکستان کے تعارف کے لیے فوجی جمہوریت کا تاثر ابھرے۔ قومی مسائل توجہات کا مرکز بنانے اور بھاری بھرکم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی بجائے باہم نوچ کھسوٹ اور کلامی دھینگا مشتی غالب رہے۔ تحریکِ انصاف کو خیبر پختونخوا میں اللہ نے ایک موقع فراہم کیا تھا کہ طرز حکمرانی میں وہ بالاتر ہو کر دکھاتے۔ کم از کم اسم بامسمیٰ ہی ہو جاتے کہ عوام کو انصاف فراہم ہوتا۔ جسٹس دوست محمد جو کہانی ادھوری چھوڑ آئے تھے وہ ہی پوری کر دکھاتے۔ المیہ تو یہ ہے کہ میڈیا پر بھی پہلے شادی خانہ آبادی اور پھر بربادی ہی حاوی رہی۔ حقیقی مسائل اور ان کا حل توجہ کا مرکز نہ بن سکا۔ ایک کہانی تھی سراسر نجی زندگی کی جو پسِ پردہ ہی رہتی تو اچھا تھا۔ مگر نوجوانوں کو بہتر رول ماڈل دینے کے بجائے، صلاحیتیں ملک وملت کی تعمیر میں لگانے کھپانے کی بجائے ایان علی، ریحام خان کہانیوں کی نذر ہوتی رہیں۔ طلاق پر کہانی ختم ہو گئی تھی، لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب نے لندن میں خاتون سے ملاقات کر کے نئی سیاسی حکمتِ عملی کا اعلان فرما دیا۔ کیا گھمبیر مسائل کے گرداب سے ملک کو نکالنے کے لیے۔ ہمی مکتب وہمی وزیر اعلیٰ؟ امتِ مسلمہ کا گلِ سرسبد ایٹمی پاکستان، ایک نظریاتی ایٹمی مملکت ایک خاتون کی زلفِ گرہ گیر کی اسیر کر دی جائے؟

ملک کو لبرل بنانے کے عزم کا اظہار بلا سبب نہیں تھا۔ یہ سب اسی کے شاخسانے ہیں! لبرل ازم فی نفسہٖ ایک مذہب لامذہبیت ہے۔ ایک مکمل طرز حیات، تصور حیات

ہے اسلام کے متقابل متصادم۔ یہ زندگی کے ہر دائرے میں اپنے اثرات دکھا رہا ہے۔ یورپ جن جن راہوں سے ہو کر سیکولرازم، لبرل ازم، ہیومن ازم تک پہنچا۔ وہی سولہویں، سترہویں صدی کی جہالتیں یہ رب دو جہاں کے عطا کردہ اسلام اور اس پر قائم مملکت میں اس کی پیوندکاری کے درپے ہیں؟ تعلیم، میڈیا ان جھگڑوں کی زد میں ہے۔ تعلیمی ادارے تباہ و برباد کر کے رکھ دیے گئے ہیں۔ میڈیا فروغِ فحاشی، آوارہ فکری، آوارگیٔ نگاہ کے سارے ہتھیاروں سے لیس نوجوان نسل کی بے راہ روی میں جو کردار ادا کر رہا ہے وہ ڈھکا چھپا نہیں۔ تعلیمی اداروں میں نئی افتاد یہ آئی ہے کہ پرانے تجربہ کار، جہاندیدہ، اقدار والے اساتذہ کو فارغ کر کے موبائل بردار، فکر و نظر سے عاری ماڈل نما مرد و زن اس مقدس فریضے پر بٹھائے جا رہے ہیں۔ قومی کردار فری فال کا منظر پیش کر رہا ہے۔

اُدھر کتوں کی پذیرائی کے مناظر بھی روز افزوں ہیں۔ اب سالانہ کتا شو ہمارے میلوں ٹھیلوں، تہواروں میں نیا اضافہ ہے۔ کتوں (حقیقی) کی مقبولیت اور افادیت بڑھتی جا رہی ہے۔ مشرف نے دو کتے بغل میں دبا کر مغرب کو ایک مؤثر پیغام دیا تھا۔ (میرے اسلام کو اب قصۂ ماضی سمجھو!) وہ عمران خان کے کتوں کے تذکرے سے اس دہائی میں بھی فروغِ کتا ہائے پاکستان میں ممد و معاون ثابت ہوا۔ سو بڑے دھوم دھام سے ہر نسل کے کتوں کا سالانہ مقابلہ راولپنڈی میں ہوا۔ (آئندہ سال کہیں یومِ کتا پر چھٹی نہ ہونے لگ جائے۔ وارفتگی کا وہ عالم تھا)

عالمی سطح پر ترکی کی غیرتِ مردانہ اور جرأتِ رندانہ نے ماحول گرم کر رکھا ہے۔ ترکی روسی جہاز کی 17 سیکنڈ کی فضائی خلاف ورزی برداشت نہ کر سکا۔ ع غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں۔ اگرچہ پاکستان تیمور کا وہ گھر بن چکا ہے کہ ع غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے! یہاں امریکہ کے اپنے اقرار کے مطابق ایک ڈرون حملے سے پہلے ایک ہدف کی 400 گھنٹے نگرانی کی پاکستان کی حدود میں۔ 24 گھنٹے مٹرگشت کرتے رہتے تھے۔ باقی 350 ڈرون حملے مزید۔ تاہم پھر ضرورت کم ہو گئی کیونکہ ہم نے خود ہی سب کچھ تاخت و تاراج کر دیا! لیکن خیر ہمارا امریکہ کے ساتھ رشتہ (یک طرفہ) منفرد ہے۔ ہمیں غیرت زیب نہیں دیتی۔ آخر روٹی تو روکھی سوکھی ہمارے بڑوں نے کھانی ہے۔

ادھر خدا خیر کرے کیلی فورنیا میں جو حملہ ہوا تو لڑکی پاکستانی بتائی جا رہی ہے۔ اگرچہ حملوں کے ایسے اہداف ہم جیسے شدت پسندوں کو بھی گوارا نہیں۔ امریکہ بالخصوص اور مغرب بالعموم کا مسلمانوں کا قتلِ عام اپنی جگہ، لیکن جہاد فی سبیل اللہ کفر کے بالمقابل واضح شرعی حدود رکھتا ہے۔ اگر یہ خبر مع اپنے سیاق و سباق کے درست ہے تو معذور شہری نشانے پر نہیں لیے جا سکتے۔ وال سٹریٹ پر قبضہ کرو تحریک، یاد کیجیے۔ 17 ستمبر 2011ء میں نیویارک سے شروع ہونے والی یہ تحریک عالمی سطح پر پھیلی۔ یہ ان استحصالی طبقات کے خلاف تھی جو حکومتوں، بڑے بینکوں، ملٹی نیشنلز کے ہاتھوں 99 فیصد اکثریت کے معاشی، سیاسی حقوق پامال کر رہی ہے۔ وہ خون چوسنے والی ایک فیصد عالمی جونکوں کے خلاف تھی۔ اسلام اور مسلمان کی جنگ بھی اس ایک فی صد طبقے سے کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ اسی کا علاج نبی ﷺ نے غزوۂ تبوک سے روم کے خلاف شروع کیا اور خلافت راشدہ میں روم، ایران، مصر سے ہوتے ہوئے 3 براعظموں پر یہ ایک فیصد طبقہ، انسانوں پر خدائی کا دعویدار ہٹا دیا گیا۔ انسانوں کی غلامی سے نکل کر، جلال بادشاہی اور چرچ کے آہنی شکنجے سے نجات پا کر یہ تمام علاقے، ان کی پوری آبادیاں بلا جبر و اکراہ از خود حلقہ بگوشِ اسلام ہوئیں۔ ایک اللہ کی غلامی کی عافیت اور سکینت بخش زندگی کے مزے لوٹے۔ تلوار نے ایک فیصد کا قلع قمع کیا۔ 99 فیصد فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے (سورۃ النصر)۔ سو ہمارا ہدف 99 فیصد نہیں ہو سکتے! اہلِ جہاد ایک فیصد پر توجہ مرکوز کریں۔ ہمارے ہاتھ شریعت نے باندھ رکھے ہیں۔ اگر ہم جہاد فی سبیل اللہ کا انکار کر کے کفر کا ارتکاب نہیں کر سکتے تو ہمیں معذور شہریوں پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے بھی قرآن و سنت سے اجازت لینی ہوگی جو نہیں ملے گی۔ مغربی عوام بے انتہا مظلوم ہیں۔ ان کی دنیا، آخرت دونوں، ان کے جمہوری تماشے والے ڈگڈگی بازوں نے تباہ کر رکھی ہے۔ ان کی عورت بالخصوص آزادی کے فریب اور جھانسے میں بربادی کی راہوں پر دھکے کھا رہی ہے۔ ہمیں ان کی نقالی میں حسن و جمال کی سوداگری اور فریبِ دنیا کی اسیری کی بجائے اپنی عالی شان اقدار کو بحال کرنا ہے۔ 30 سال پہلے والدہ مرحومہ نے ایک شعر کہا تھا جو آج بھی بدنصیبی سے اس ملک پر فٹ بیٹھتا ہے:

خضر کے روپ میں کتنے بڑھے منزل کو پہنچانے
ازل سے راہبر اپنا ابھی تک ہم نہ پہچانے!

☆☆☆

سرزمینِ شام پر عالمی مفادات کی جنگ

02 دسمبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی

جناب ڈاکٹر مجاہد کامران (وائس چانسلر، پنجاب یونیورسٹی)
جناب شجاع الدین شیخ (امیر تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی)

میزبان: وسیم احمد

سوال : شام کا اصل تنازعہ ہے کیا؟ کیا وجہ ہے کہ دو عالمی قوتیں اپنی اپنی سرحدوں سے دور ہونے کے باوجود ملک شام میں Face to Face نظر آرہی ہیں؟

مجاہد کامران: اس وقت دنیا میں جو بھی تخریب کاری ہو رہی ہے، مشرق وسطیٰ میں فساد ہے یا عراق اور افغانستان میں جو جنگیں ہوئی ہیں یا اس سے پہلے نائن الیون کا واقعہ ہے، اس سے پہلے کینیڈی کا قتل ہوا یا اس سے پہلے جنگ عظیم اول ودوم ہوئیں، اس سارے فساد، تخریب کاری، جنگ وجدل، قتل وغارت گری کے پیچھے صرف ایک مقصد کارفرما ہے اور وہ ہے نیو ورلڈ آرڈر۔ یہ ورلڈ آرڈر دنیا میں چند خاندانوں کی ڈکٹیٹر شپ کا نام ہے جس میں آزادیٔ تحریر وتقریر تو درکنار، پرائیویٹ سوچ کی بھی اجازت نہیں۔ وہ بھی پہروں میں آجائے گی۔ کیونکہ ان کے پاس ایسی ایجادات موجود ہیں، ایسے آلات آگئے ہیں کہ وہ ایک حد تک اندازہ بھی لگالیتے ہیں کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ یہ چند خاندانوں پر مشتمل بین الاقوامی بینکاروں کا گروہ ہے۔ ان کی دولت دنیا کی جی ڈی پی سے بھی زیادہ ہے اور آپس میں کاروباری رشتوں کے علاوہ خونی رشتوں میں بھی منسلک ہیں یعنی یہ باہر شادیاں بھی کم کرتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، ان کے ایماء پر ہو رہا ہے۔ یہی گروہ امریکہ کو کنٹرول کرتا ہے۔ آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ روس (USSR) کے ٹوٹ جانے سے جو ریاستیں آزاد ہوگئی ہیں وہاں امریکہ بتدریج تختے اُلٹ کر یا کسی نہ کسی طرح تحریکیں چلا کر اپنے پشت پناہوں کو لے آیا ہے اور عرب اسپرنگ کے نام پر عالم عرب کا بیڑہ غرق کر دیا۔ وہاں تیل اور گیس سمیت بہت سارے قدرتی وسائل ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ دنیا کے توانائی کے وسائل ان کے تصرف میں ہوں تاکہ جب بھی روس اور چین کے ساتھ جنگ ہو جو اس وقت ان کو چیلنج کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو ان کا پٹرول بند کر دیں تاکہ نہ ان کے کوئی ہوائی جہاز اُڑ سکیں اور نہ ہی ٹینک چل سکیں۔ آپ جانتے ہیں کہ نائن الیون کے بعد امریکہ نے جن ممالک پر چڑھائی کی ہے وہ سارے کے سارے یا تو تیل اور گیس کی دولت سے مالا مال ہیں یا اس راہداری پر ہیں جہاں سے تیل اور گیس نے گزرنا ہے چاہے وہ سینٹرل ایشیا ہو، لیبیا ہو یا عراق ہو۔ اب ایران میں بھی تیل اور گیس کے وسیع ذخائر موجود ہیں اور قطر اور

مرتب: محمد رفیق

مسقط پر وہ پہلے ہی قابض ہو کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ روس سے گیس یوکرائن کے راستے یورپ کے ممالک کو جاتی تھی جہاں امریکہ نے خانہ جنگی پیدا کر کے وہ راستہ بند کر دیا۔ اس کے بعد روس نے ترکی کے ساتھ معاہدہ کر لیا جس کے تحت وہاں سے گیس پائپ لائن گزرتی ہوئی یورپ کو جائے گی۔ اس میں روس اور ترکی دونوں کا فائدہ تھا لیکن نقصان برطانیہ، امریکہ اور اسرائیل کا تھا اور اس گروہ کا تھا جو تیل کمپنیوں کے مالک اور خود بینکر ہیں۔ اب اگر ایران کے معدنی وسائل پر قبضہ کرنا ہے یا قطر اور مسقط سے تیل اور گیس لے کر جانی ہے تو شام راستے میں ہے۔ تو یہ تمام کھیل نیو ورلڈ آرڈر کے لیے ہو رہا ہے۔ جو ممالک اس میں مزاحمت کر سکتے ہیں وہ بنیادی طور پر چین اور روس ہیں۔ ان کو پہلے الگ تھلگ اور تنہا کر کے اور پھر تیل اور گیس کے وسائل میں رکاوٹ ڈال کر ان کی لڑنے کی صلاحیت کو متاثر کرنا ہے۔ یہی بینکار ٹولہ جو امریکہ، برطانیہ اور مغربی حکومتوں کو کنٹرول کرتا ہے اسی ٹولے نے اسرائیل کی تخلیق کی تھی۔ تو یہ جو اسرائیل کی اس حد تک حفاظت کی جاتی ہے جو بظاہر امریکی مفادات کے خلاف ہے لیکن اس کے باوجود امریکہ نے اپنے آپ کو اس جنگ میں ڈالا ہوا ہے، اتنے لوگ اس کے مرجاتے ہیں، امریکہ کے پاس وافر پیسہ تھا آج مقروض ہے، امریکہ کا جی ڈی پی 70 ٹریلین ڈالرز ہے جبکہ اس نے بینکرز کا 18 ٹریلین ڈالر قرض دینا ہے۔ یہ سارا کھیل نیو ورلڈ آرڈر کو قائم کرنے کے لیے کھیلا جا رہا ہے تاکہ اس سے پہلے دنیا میں تیل اور گیس کے یا جتنے توانائی کے وسائل ہیں، ان پر قبضہ کر لیا جائے۔

سوال: شام میں کون کس کا اتحادی ہے؟ اور کون کس کے خلاف لڑ رہا ہے؟ کیا یہ جنگ مالی اور ملکی مفادات کی بجائے مسلکی بالادستی کے لیے تو نہیں لڑی جا رہی؟

مجاہد کامران : جو ممالک پچھلی صدی میں تخلیق کیے گئے، ان کو تخلیق کرنے والی مغربی قوتیں تھیں جو کہ بینکاروں کی آلۂ کار تھیں۔ اب سعودی عرب ہی کو دیکھ لیجیے۔ اس کی خارجہ پالیسی کوئی آزاد نہیں ہے۔ ان طاقتوں کا ان ممالک پر بہت گہرا اثر ہے۔ مسلکی اختلافات کو یہ طاقتیں جنگ وجدل میں شدت اور جواز پیدا کرنے کے لیے استعمال

> سارا کھیل نیو ورلڈ آرڈر کو قائم کرنے کے لیے کھیلا جا رہا ہے تاکہ دنیا میں تیل، گیس اور توانائی کے وسائل پر قبضہ کر لیا جائے۔

کرتی ہیں۔ ابھی ڈیفنس انٹیلی جنس کی ایک رپورٹ 2012ء میں منظر عام پر آئی ہے۔ اس وقت تک داعش کا اتنا نام نہیں تھا، اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ شام کی حکومت بالآخر یہ جنگ جیت جائے گی لیکن اس خطے میں ایک پٹی اسلامی ریاست کی ہمارے لیے بڑی مفید ثابت ہوگی اور ہمیں اس کی حمایت کرنی چاہیے۔ تو یہ چیزیں آہستہ آہستہ منظر عام پر آرہی ہیں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ جو بڑی بڑی گاڑیاں آپ دیکھ رہے ہیں، پک اپ آرہی ہیں، اسلحہ آرہا ہے، یہ کہاں سے آرہا ہے؟ اس کے پیچھے یہی نیٹو کا اتحاد ہے۔

سوال: صدر پیوٹن نے کہا ہے کہ G20 ممالک سمیت داعش کو دنیا کے 40 ممالک سپورٹ کر رہے ہیں۔ تو کیا ان کا یہ بیان ٹھیک ہے؟

مجاہد کامران: بالکل ٹھیک ہے اور یہ نہیں کہ وہ دل سے داعش کو چاہتے ہیں بلکہ وہ امریکہ سے خائف ہیں اور اسرائیل اور بینکاروں کے ایجنٹوں کی ان ممالک میں جڑیں بہت گہری ہیں۔

سوال : آپ کے خیال میں کیا داعش کو امریکہ سپورٹ

کر رہا ہے؟

مجاھد کامران: اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ امریکہ نے داعش کی تربیت اور اسلحہ پر کئی ملین ڈالرز خرچ کیے ہیں اور مسلمان ممالک کو بھی استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر آج شام کی حکومت کے خلاف جو لوگ لڑ رہے ہیں ان کو بہت سارا اسلحہ ترکی میں سے جا رہا ہے۔ پچھلے برس ترکی کے دو جرنیلوں نے جب شام میں اسلحہ لے کر جانے والے ایک قافلے کو پکڑا تو ان کو برطرف کر دیا گیا۔ لیکن جن سپاہیوں نے پکڑا تھا انہوں نے کہا کہ جب ہم نے ڈرائیور سے پوچھا تو پتہ چلا کہ اس قافلے کی منزل وہ علاقے تھے جہاں داعش متحرک ہے۔ داعش کی ساری تربیت انہوں نے کی ہے، ان کے ایجنٹ ان میں موجود ہیں۔ پروفیسر جوزف لیوسکی نے لکھا ہے کہ مغرب کے بہت سے انٹیلی جنس آپریٹو ریٹائر ہونے کے بعد کرائے کے قاتلوں کی کمپنیوں میں مشنریز بن جاتے ہیں اور وہ داعش کے ساتھ مل کر لڑ رہے ہیں اور ایف بی آئی کی ایک ٹاپ ٹرانسلیٹر خاتون سبل ایڈمنس نے پہلی دفعہ بتایا تھا کہ القاعدہ اور سی آئی اے کے بڑے گہرے روابط ہیں۔ کیونکہ وہ ترکی اور آذر بائیجان کی زبان جانتی تھی لہٰذا اس نے بتایا کہ میں ابھی چند مہینے پہلے ترکی سے ہو کر آئی ہوں، وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا کہ ISIS اور ISL کے لوگ وہی انگریزی بول رہے ہیں جیسے برطانیہ کے لوگ بولتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ انہوں نے مسلمان ملکوں میں ایک کنفیوژن پیدا کی ہوئی ہے۔ مسلمان ان کی طرف راغب ہوتے ہیں، ان کو سمجھ نہیں آتی کہ کیا ہو رہا ہے۔ کبھی اس کو شیعہ سنی فساد کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی عراقی مسئلہ بنا دیا جاتا ہے۔ ان کا اصل مقصد مسلمان ممالک میں شکست و ریخت پیدا کرنا ہے اور لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلنے دینا کہ ہمارا اصل دشمن کون ہے اور اس کے بعد کمزور کر کے ان ملکوں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

سوال: کہا یہ جا رہا ہے کہ شام کا سب سے بڑا مسئلہ خود بشار الاسد ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ اگر شام پر حملہ کیا گیا تو یہ دنیا کے لیے دوسرا افغانستان ثابت ہوگا۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

مجاھد کامران: اصل میں افغانستان کی قوم اور ہے اور ملک شام کی قوم اور ہے۔ آپ کے علم میں ہوگا کہ بشار الاسد تو ایک ڈاکٹر تھا، ڈینٹسٹ تھا، اس کے والد کا انتقال ہو گیا وہ امریکہ سے واپس آ گیا۔ کسی کو ایک بہت منفی روپ میں پیش کرنا، مغربی میڈیا کا کمال ہے۔ تو بشار الاسد نے ان کو کیا کہا ہے؟ اس نے ان کی سرحدوں کی خلاف ورزی نہیں کی، انہوں نے اس کی سرحدوں کی حفاظت کی ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ شام کو توڑا جائے اور گرا دیا جائے اور وہ مزاحمت کر رہا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب سے روس اس لڑائی میں شامل ہوا ہے اور ISIS اور ISL کے ٹھکانوں پہ حملے ہوئے ہیں تو اس کے بعد شام کی سرکاری فوج پیش قدمی کر رہی ہے اور چونکہ امریکہ اور اس کے حلیف ISIS اور ISL کے پیچھے تھے، وہ شام کو توڑنا چاہ رہے تھے اور انہوں نے بڑا شور مچایا ہوا تھا۔ لیکن اس کو پھر خراب کرنے کے لیے انہوں نے دو تین کام کیے۔ آپ میرے الفاظ نوٹ کر لیں، وقت بتائے گا کہ روس کا جو طیارہ ہوا میں اُڑا دیا گیا ہے اس کے پیچھے بھی امریکہ ہے۔

> **میری نظر میں دنیا کو دو اہم مسائل درپیش ہیں: ایک صیہونی ٹولے کا امریکہ پر کنٹرول اور دوسرا مسلمانوں کی جہالت اور کمزوری**

انہوں نے واضح پیغام دے دیا کہ ہم جنگ میں آپ کے بے گناہ عوام کو بھی معاف نہیں کریں گے۔ دوسری طرف مالی میں اگلے دن دھماکہ ہوا ہے، اس میں 30% مرنے والے روسی اور چینی ہیں۔ یہاں (پاکستان میں) بھی طالبان یا دوسرے نام نہاد گروہ چینی انجینئرز کو مار دیتے ہیں کیونکہ وہ ان کو پیغام دے رہے ہیں کہ تم اپنے گھروں سے باہر نکلو گے تو ہم تمہیں ماریں گے اور روس اپنے دفاع اور بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے اور یہ ایک بڑا دلچسپ سوال ہے کہ چین اس میں کیا رخ اختیار کرے گا۔ ترکی نے روس کا جو طیارہ گرایا ہے اس پر چین نے کوئی بیان نہیں دیا کہ کون ذمہ دار ہے اور کون نہیں ہے۔ ابھی پچھلے مہینے میں ترکی کے وزیر اعظم یا صدر نے امریکہ اور برطانیہ کا دورہ بھی کیا ہے تو امریکہ اور برطانیہ شاید یہ کوشش کر رہے ہیں کہ چین کو ذرا نرم کر دیا جائے۔ حالانکہ پہلے انہوں نے چین کے گرد گھیرا ڈالا ہوا تھا، ایشیا پیسفک ملکوں کا ایک اتحاد ان کے خلاف بنایا ہوا تھا، اب امریکہ اور برطانیہ کا چین کے ساتھ نرم ہو جانا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس وقت شام کی جنگ ان کے حق میں نہیں جا رہی۔

سوال: جیسے آپ نے فرمایا کہ اسرائیل کو استحکام بخشنے کے لیے یہ ساری قوتیں وہاں برسر پیکار ہیں، عراق، مصر اور لیبیا کے بعد اب شام میں امریکی سربراہی میں جنگی اتحاد رہی سہی کسر نکالنے جا رہا ہے تو ہماری او آئی سی، عرب لیگ اور مسلم ممالک کے حکمران کیا کر رہے ہیں؟

مجاھد کامران: پوری دنیا کے مسلم حکمرانوں میں نہ وہ صلاحیت ہے، نہ ان چیزوں کا فہم ہے۔ وہ امریکہ سے ڈرتے ہیں اس لیے وہ بولنا نہیں چاہتے، اسرائیل سے بھی ڈرتے ہیں۔ کئی اسلامی ممالک اسرائیل کو آہستہ آہستہ تسلیم بھی کر رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ فہم اور معاملات کو سمجھنے کی گرفت حقیقت میں قیادت کو دلیر بناتی ہے، پھر اس کے مطابق آپ اپنا عمل متعین کرتے ہیں۔ اگر آپ کا نقطہ نظر انتہائی ذاتی قسم کا ہے کہ آپ نے اپنی گدی بچا کر رکھنی ہے تو پھر آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ سچی بات ہے کہ اگر مسلمان ملکوں میں دو چار بھی صحیح ہو جائیں تو بڑی حد تک یہ چیزیں بدل جائیں گی۔ بلکہ میں یہ اکثر کہا کرتا ہوں کہ دنیا میں صرف دو مسائل ہیں۔ ایک صیہونی ٹولے کا امریکہ پر کنٹرول جو امریکہ کو جس طرف چاہے لگا سکتا ہے، دوسرا مسلمانوں کی جہالت۔ یہ جہالت کی وجہ سے کمزور ہیں اور پھر یہ کمزوری خون آشام طاقتوں کو حوصلہ دیتی ہے کہ وہ ان پہ حملہ کریں اور ان کے وسائل چھین کر اور ان کو مار کر گھر سے باہر نکال دیں۔ اگر مسلمان علم کی طرف رجوع کریں تو یہ قوی ہو جائیں گے اور پھر حالات میں ایک توازن اور استحکام آ جائے گا۔ تو مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے آپ کو درست کرنا چاہیے۔ قرآن کریم کی تعلیمات اور کردار کا صحیح فہم ان کو اپنانا چاہیے۔

سوال: سانحہ فرانس پر بات کرتے ہیں۔ یہ فرمائیں کہ 9/11 اور 7/7 کی طرح کیا سانحہ فرانس بھی Inside Job تھا؟

مجاھد کامران: جی ہاں! سو فیصد تھا، نیٹو کی ایجنسیاں اس کے پیچھے تھیں۔ اصل مسئلہ یہ ہوا کہ فرانس اپنی خارجہ پالیسی کے معاملے میں تھوڑا آزادانہ روش اختیار کر رہا تھا، نیٹو کا اتحادی ضرور تھا لیکن آپ کو یاد ہوگا کہ چارلس ڈیگال نے نیٹو سے فرانس کو نکال لیا تھا اور نیٹو کو حکم دیا تھا کہ اپنی فوجیں اور اپنا ہیڈ کوارٹر یہاں سے لے جائیں۔ پھر وہ بلجیمؑ میں منتقل ہو گئے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈیگال کی آزادانہ خارجہ پالیسی کی وجہ سے نیٹو کی ایجنسیوں نے اس کو قتل کرنے کے لیے کم از کم 21 حملے کیے تھے۔ تو جس طرح USA بینکاروں کی گرفت میں ہے اسی طرح یورپی یونین بھی ان کی گرفت میں ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ ان ممالک پر گرفت کمزور پڑ جائے۔ لہٰذا پہلے انہوں نے ”چارلی ہیبڈو“ کرایا، پھر پیرس میں پانچ حملے ایک دن میں ہوئے۔

یہ عام لوگ نہیں کر سکتے، اس کے لیے عسکری نوعیت کی منصوبہ بندی چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ ان کو پہلے سے معلوم تھا کہ حملے ہونے ہیں، 13 نومبر کو یہ واقعہ رونما ہوا جبکہ 2 اکتوبر کو پیرس کے اخبار میں دہشت گردی کے مقدمات نبٹانے والے ایک جج کا انٹرویو شائع ہوا جس میں اس نے کہا تھا کہ فرانس میں دہشت گردی کا ایک بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے۔ فرانس میں ہائی الرٹ کے باوجود یہ واقعہ رونما ہوا۔ اس کے نتائج کا فائدہ امریکہ اور اسرائیل کو ہوا جبکہ نقصان مسلمانوں کا ہوا کیونکہ مسلمانوں کے خلاف نفرت بڑھ گئی۔ تو یہ ساری چیزیں ایک سٹریٹجی کا حصہ ہیں۔ چونکہ انہوں نے کئی دہائیوں پہلے سے یہ طے کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو کرۂ ارض سے ختم کر دیا جائے۔ اس کے لیے اپنے عوام کو مسلمانوں کے قتلِ عام پر راضی رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ دہشت گردی کے ایسے واقعات کروا کر ان کے خلاف نفرت پیدا کی جائے۔

سوال : سانحہ فرانس کی ذمہ داری داعش قبول کر چکی ہے۔ اس سانحہ کے Fall out کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ لڑائی امریکہ اور روس کی ہوگی، زمین شام کی ہوگی اور بدنام دین اسلام ہوگا۔ اس حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

مجاھد کامران : پہلی بات یہ ہے کہ داعش والے جو خود بڑے اسلامی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کو معلوم نہیں کہ اُن کی طرف سے اس قسم کے اعترافی بیان سے مسلمانوں کے خلاف کیا جذبات پیدا ہوں گے۔ دوسری بات یہ کہ داعش نے مساجد شہید کی ہیں، گرجاؤں کو نقصان پہنچایا لیکن یہودیوں کے کسی سینگاگ کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اسرائیل کے خلاف آج تک ان کا کوئی بیان نہیں آیا، تو یہ کس کے لوگ ہیں؟ بینکاروں نے جب روس کو گرایا تھا تو وہاں بھی یہودیوں کو استعمال کیا گیا تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ سارے یہودی صیہونی نہیں ہیں اور سارے صیہونی یہودی نہیں ہیں۔

سوال : گریٹر اسرائیل کے قیام کا مطالبہ کرنے والے کون سے یہودی ہیں؟

مجاھد کامران: یہ دھوکا ہے۔ دینی تقاضے وہ رکھتے ہیں اپنی طرف سے لیکن وہ یہودی ہیں نہیں۔ کیونکہ صحیح معنیٰ میں یہودی اسی کو کہتے ہیں جو پیدائشی یہودی ہوتا ہے، یعنی اس کی ماں کا یہودی ہونا ضروری ہے۔ یہودیوں کا یہ ٹولہ Converted ہے۔ یہ وہ یہودی نہیں ہیں جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے پیروکار تھے اور دو ہزار سال پہلے اسرائیل میں آباد تھے بلکہ یہ وہ یہودی ہیں جو ہزار سال پہلے عراق کے شمال میں خضار نامی ریاست میں آباد تھے اور بت پرست تھے۔ ان پر شمال کی جانب سے روسی عیسائیوں کا دباؤ تھا اور جنوب سے مسلمانوں کا دباؤ تھا، بالآخر ان کے بادشاہ نے اپنے لیڈروں سے مشورہ کے بعد یہودی ہونے کا اعلان کیا۔

سوال : شامی مہاجرین کی یورپ میں آبادکاری کے حوالے سے یہ کہا جا رہا ہے کہ یورپ نے اپنی Man power اور Work force کی کمی کو پورا کرنے کے لیے مہاجرین کے لیے اپنے بارڈرز کھولے ہیں۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

مجاھد کامران : ملازمتیں دینے کے لیے تو بارڈرز قانونی طور پر بھی کھولے جا سکتے تھے، اس میں ایسا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، ہاں اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس طرح وہ ایسے لوگوں کو اپنے ممالک کے اندر لے آئیں جن کی تربیت کر کے ان سے دنیا بھر میں تخریب کاری کروائیں گے۔ کیونکہ وہ عالمی ڈکٹیٹر شپ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کوئی بھی ملک جمہوری نہیں رہے گا۔ امریکہ میں

> **روس اور ترکی کے اختلافات جتنی جلد ختم ہو جائیں یہ ترکی، روس اور پوری دنیا کے لیے بہتر ہوگا۔**

مختلف قانون سازیوں کے نتیجے میں جمہوریت بری طرح متاثر ہو چکی ہے۔ فرانس میں اس واقعہ کے بعد ایمرجنسی نافذ ہے۔ اب آپ کیمرے کی نظر میں ہیں، آپ کی ڈاک اور ای میلز ایجنسیاں دیکھ رہی ہیں، وہاں اب آپ کی پرائیویٹ زندگی نہیں ہے، کوئی شخصی آزادی نہیں ہے۔ یہی مفاد پرست بینکار ٹولہ چاہتا تھا۔

سوال : روسی صدر پیوٹن نے یہ الزام لگایا ہے کہ طیارہ گرانے کے لیے امریکہ نے ترکی کو ڈیٹا فراہم کیا۔ اس کی پاداش میں روس نے ترکی پر اقتصادی اور سفارتی پابندیاں عائد تو کر دی ہیں۔ آپ کے خیال میں روس اور ترکی کی اس حالیہ چپقلش کے پس پردہ حقائق کیا ہیں؟

مجاھد کامران : اصل میں امریکہ اس خطے میں ایک کام اور بھی کر رہا ہے کہ سنکیانگ صوبہ جس کی سرحد پاکستان کے ساتھ ملتی ہے اور چائنہ پاکستان اکنامک کوریڈور کے تحت گوادر سے تیل اور گیس سنکیانگ سے گزر کر جائے گی۔ لہٰذا امریکہ اس صوبے میں اور اس کے آس پاس دہشت گردی کروا کر اس علاقے کو غیر مستحکم کرنا چاہتا ہے تاکہ نہ تیل جائے اور نہ گیس۔ اب سنکیانگ صوبہ کے لوگ (ایگور) ہیں اور ترکی بولتے ہیں اور امریکہ نے ترکی کے آگے وسیع ترکامن ویلتھ ترکی کی گاجر رکھی ہوئی ہے اور ترکی کی ایجنسیاں ایگور کی تربیت کرتی ہیں۔ پہلے ایسی تربیت افغانستان میں ہوتی تھی اب یہی تربیت شام میں داعش کے زیر کنٹرول علاقوں میں ہوتی ہے۔ پھر وہاں سے واپس تخریب کار چین بھیجتے ہیں اور یہ سب بینکار ٹولہ کے ایماء پر امریکہ کر رہا ہے۔ اب ترکی کے صدر طیب اردگان نے یہ کوشش کی ہے کہ یہ سلسلہ رُک جائے۔ وہ چند مہینے پہلے چائنہ گئے تھے اور انہوں نے وہاں ہر قسم کی دہشت گردی کی مذمت کی تھی جس کے بعد انہیں ترکی میں بہت باتیں سننا پڑیں۔ لیکن روس اور ترکی کا جو اختلاف ہے یہ جتنا جلدی ٹھیک ہو جائے اتنا ہی ترکی، روس اور ساری دنیا کے لیے بہتر ہے۔ کیونکہ شام میں نیٹو کی پسپائی سے دنیا کو استحکام مل جائے گا جو کہ بینکار ٹولہ نہیں چاہتا۔

سوال : امریکہ ترکی اتحادی بن کر کوئی نیا محاذ تو نہیں کھولنا چاہتا؟

مجاھد کامران : اصل میں وہ شام کی سرکار کو کمزور کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے بہانہ بنا رہے ہیں اور یہ جنگ بڑھ سکتی ہے اور ترکی اس میں کلیدی رول ادا کر سکتا ہے۔ اس وقت مفاد پرست بینکار ٹولہ کی جو بھی کوشش ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ شام اور ایران کو زیر کر لیا جائے۔ شام کے بعد ایران کی باری ہے۔ بے شک ایران کا امریکہ کے ساتھ ایٹمی معاہدہ ہو چکا ہے لیکن اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جس طرح لیبیا کے ساتھ امریکی معاہدہ کی کوئی اہمیت ثابت نہیں ہوئی۔

سوال : بشار الاسد مذہبی اعتبار سے علوی یا نصیری عقائد کے حامل ہیں۔ ان عقائد کو ایرانی اثنا عشری مسلک کی حامل اکثریت بھی سراسر گمراہی تصور کرتی ہے۔ یہ فرمائیں کہ اہل تشیع کے ان دو مسالک میں بنیادی فرق کیا ہے؟

شجاع الدین شیخ : بنیادی بات تو یہ سمجھ لیجیے کہ عام اہل تشیع سیدنا علیؓ کی معصومیت کے قائل ہیں یا پھر اہل سنت کے مقابلے میں وہ سیدنا علیؓ کو خلیفۂ اوّل ماننے جانے کی رائے رکھتے ہیں۔ لیکن علوی نصیری اپنے عقائد میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ سیدنا علیؓ کی الوہیت اور ان کی عبادت کے قائل ہو گئے ہیں معاذ اللہ۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر سیدنا آدمؑ سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک ان کی صورت میں سیدنا علیؓ کے ظہور کے بھی قائل ہیں۔ ان عقائد کو ایرانی اہل تشیع بھی نہیں مانتے۔ یہ ان دونوں مسالک کے درمیان بنیادی فرق ہے۔

سوال : عقائد میں اتنا واضح فرق ہونے کے باوجود بھی

ایرانی حکومت کھلم کھلا بشارالاسد کی حمایت کیوں کر رہی ہے؟

شجاع الدین شیخ : تاریخی پس منظر میں دیکھا جائے تو ایران کی ڈھائی ہزار سالہ قدیم بادشاہت عرب مسلمانوں کے ہاتھوں ختم ہوئی اور عرب ممالک کے درمیان رہتے ہوئے اہل تشیع کی بالادستی کا معاملہ بہرحال ایران کے سامنے ہے۔ جس طرح یہودیوں کا گریٹر اسرائیل کے قیام کا تصور ہے، اسی طرح گریٹر ایران کا تصور ایرانی اہل تشیع میں موجود ہے۔ چنانچہ عقائد کے اتنے شدید اختلافات کے باوجود ایران اور بشارالاسد کا نقطۂ نظر ایک ہے کہ سنی ممالک اور سنی آبادی پر اہل تشیع کا تسلط قائم ہوجائے جو کہ بشارالاسد کرتا دکھائی دے رہا ہے تو پھر ایرانی حکومت بھی یہ محسوس کرتی ہے کہ اس کے مقاصد کی تکمیل ہو رہی ہے۔ اس بنیاد پر ایرانی حکومت کھلم کھلا بشارالاسد کی حمایت کر رہی ہے۔

سوال :احادیث کے مطابق ملک شام حضرت امام مہدیؑ کا ہیڈ کوارٹر ہوگا، حضرت عیسیٰؑ کا نزول بھی یہیں ہوگا، جہاد ہند کی نصرت کے لیے لشکر بھی شام ہی سے روانہ ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل شام کے لیے برکت کی دعا کی ہے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ شام میں جاری اس قتل وغارت گری کے دوران ہی اس شر سے کوئی خیر برآمد ہونے جا رہا ہے؟

شجاع الدین شیخ :جی آپ نے بالکل بجا فرمایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے مبارک ارشادات میں شام کی خاص اہمیت بیان ہوئی ہے۔ شام کے لیے برکت کی دعا نبی اکرم ﷺ کی احادیث کے خاص موضوعات ہیں۔ بشارتوں کے مطابق پوری دنیا پر دین کا غلبہ اسی سرزمین سے ہوگا۔ اس وقت جو صورتحال شام میں ہے اسی دوران اتنی جلدی کسی خیر کی توقع تو ہم نہیں رکھتے۔ سردست یہ ہوسکتا ہے مغربی ممالک جو اسلام دشمنی پر تلے ہوئے ہیں ان کی منافقت مسلمانوں کے سامنے آجائے اور انہیں اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کرنے کا موقع مل جائے۔ یہ خیر تو فوری طور پر برآمد ہوسکتا ہے۔ مستقبل کے منظرنامے کے حوالے سے آج کی صورتحال سے ہم سمجھتے ہیں کہ ضرور خیر برآمد ہوگی ان شاءاللہ۔

سوال :احادیث میں جس ملک شام کا ذکر آیا ہے کیا موجودہ ملک شام وہی علاقہ ہے؟

شجاع الدین شیخ :احادیث میں جس ملک شام کا ذکر ہے اس میں فلسطین، اردن اور اس کے قریب وجوار کا علاقہ بھی شامل ہے۔ فلسطین انبیاء کی سرزمین ہے اور دور نبوت میں یہ سارا علاقہ شام میں شمار ہوتا تھا۔

☆☆☆☆☆

سیرت رسول ﷺ اور اتحاد امت

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

ربیع الاوّل کا مہینہ اسلامی تاریخ میں بطور خاص اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ اس مبارک ماہ میں وہ مقدس ہستی اور دنیا کی سب سے بڑی انقلابی شخصیت پردۂ کائنات پر جلوہ گر ہوئی جس نے ملکوں، انسانوں اور تاریخ کو شناخت عطا فرمائی۔ ہم مسلمان خصوصی طور پر اس عظیم الشان ذات کے ممنون کرم ہیں کہ ان کے توسل اور ان کی نسبت کے بغیر نہ ہمارا ایمان معتبر ہے اور نہ ہماری حیثیت قابل ذکر ہے۔

اگر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا واسطہ درمیان میں نہ ہو تو ایمان کا بھی کوئی مفہوم نہیں بنتا اور خدا کی پہچان بھی نہیں ہو پاتی۔ نماز، روزہ، قربانی، حج، زکوٰۃ، قرآن، کعبہ، کلمہ، اسلام، رمضان، عیدالفطر اور عیدالبقر یہ سب کچھ اس لیے ہیں کہ ان کی تصدیق جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمائی۔

آپؐ دنیا میں تشریف لائے اور دنیا کے ہر پہلو کو اپنے روحانی اور علمی انقلاب سے متاثر کیا۔ دل بھی بدلے اور ذہن کی سمت بھی بدلی، اخلاق بھی بدلا اور زاویہ نظر کو بھی تبدیل کیا، ظاہری اطوار بھی تبدیل کیے اور باطنی واردات میں بھی انقلاب برپا کر ڈالا۔

معجزات میں صرف یہی باتیں قابل ذکر نہیں کہ چاند دو ٹکڑے کر ڈالا اور ڈوبا ہوا سورج اشارے سے دوبارہ نکال دیا، بھیڑیے کو کلمہ پڑھا دیا اور ہرنی کی رہائی کرادی، پانی میں ہاتھ رکھ کر اسے چشمہ میں بدل دیا اور ایک پیالہ دودھ ستر آدمیوں میں بانٹ دیا اور پھر بھی بچ رہا۔ حضور ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ حضرت انسان کو اندر اور باہر سے بدل ڈالا۔ وحشیوں کو متمدن، جاہلوں کو معلم، گمراہوں کو راہبر، راہزنوں کو راہ نما، چرواہوں کو حکمران، عیاشوں کو پاک باز، لذت پرستوں کو عفت شعار، خدا بیزاروں کو باخدا اور غلاموں کو آقائی کے آداب سکھا دیے۔ اس سے بھی بڑا معجزہ یہ ہے کہ براعظموں، رنگوں، نسلوں، خطوں، قوموں، پہاڑوں، صحراؤں، دریاؤں اور میدانوں کے ہزاروں میل کے فاصلے سمیٹ کر لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ایک امت میں سمو دیا۔

اسلام کے حوالے سے ایک ملت محض روحانی، اخلاقی، نظریاتی اور دینی بنیادوں پر متشکل ہوگئی تو ایک نئی برادری دنیا کے سامنے آئی۔

1۔ مکہ کے قریش مہاجر
2۔ مدینہ کے اوس اور خزرجی انصار
3۔ حبش کے بلال بن رباح ؓ (جو بعد میں مصر کے گورنر بنے)
4۔ بازنطین کے زید بن حارثہ ؓ (پہلے غلام اور پھر رسول اکرم ﷺ کے منہ بولے بیٹے بنے)
5۔ روم کے صہیب ؓ (جو حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت کے بعد کئی دن تک مسجد نبوی کے امام رہے)
6۔ فارس کے سلمان ؓ (ایک زمانے میں مدائن کے گورنر مقرر ہوئے)
7۔ (سابقہ یہودی عالم) عبداللہ بن سلام
8۔ خالدہ بنت الحارث (مذہب یہود کی عالمہ فاضلہ خاتون)

ان سب میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک بھی مادی قدر مشترک نہیں۔ لسانی، نسلی، علاقائی، وطنی، جلدی، جغرافیائی، صوبائی، ملکی، تہذیبی، ثقافتی، تاریخی اور براعظمی اعتبار سے کوئی قدر مشترک نہیں مگر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نے ان سب کو یکجا کر دیا۔ یہ سب آناً فاناً ایک دوسرے کے کیسے بھائی بن گئے؟ آن واحد میں کون سی قدر مشترک پیدا ہوگئی؟ یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر واضح ہوتا ہے کہ انقلاب محمدیؐ نے صدیوں اور زمانوں کے فاصلے پل بھر میں طے کر ڈالے۔ یہ بلال ؓ کون ہیں؟ حبشی، چپٹی ناک والے، سیاہ نسل، اجنبی براعظم

کے باشندے، اوپری زبان بولنے والے اور غلامی کے گرفتار، کب اور کیوں جوانانِ عرب کے بھائی بن گئے؟

یہ زید بن حارثہؓ کون ہیں؟ بازنطینی علاقے کے قبیلہ بنی کلب سے تعلق رکھنے والے، کل تک ایک نصرانی تھے۔ ان کے اور انصار و مہاجرین کے درمیان رشتہ محبت کیسے استوار ہوگیا؟

سلمان فارسیؓ کون تھے؟ اصفہان کے باسی، زرتشتی خاندان کے فرد، پیدائشی عجمی، آتش پرست، یہ صاحب سلطنت مدینہ کے معزز شہری کیسے بن گئے؟

یہ عبداللہ بن سلامؓ اور خالدہ بن الحارث خاندان یہود کے معزز فرد، باقاعدہ مناظر اور مفتی، یہ سب کیسے ایک ملت میں سمو گئے؟

ان سب میں کوئی بھی ہم شہری، ہم ملکی، ہم قومی، ہم وطنی، ہم قبیلہ، ہم قومیتی، ہم لسانی، اور ہم براعظمی نہیں تھا۔ یہ سب ملت اسلامیہ کے اجزاء بنے تو ان میں کوئی مشترک مادی قدر، مشترکہ تعصب اور مشترکہ ذاتی مفاد نہ تھا بلکہ یہ سب عجمی اور عربی، کالے اور گورے، آزاد اور غلام، مہاجر اور انصار، مکی اور مدنی، رومی اور ایرانی محض ہم عقیدہ اور ہم مذہب بن کر شجر ملت سے پیوستہ ہوگئے اور دنیا کو بہار آشنا کر دیا۔

اہل فرانس عموماً برطانیہ کے دشمن رہے۔ اطالوی (اٹلی والے) جرمنوں اور انگریزوں کے بھائی نہ بن سکے۔ جرمن نپولین کو اور فرانسیسی بسمارک کو اپنا محبوب نہ بنا سکے۔ کوئی سیزر انگریزوں کا ہیرو نہ بن سکا۔ مگر اس کے برعکس عرب کا محمد بن قاسم ہندی مسلمانوں کا بھی ہیرو ہے۔ جمال الدین افغانی ایران، پاکستان اور افغانستان کا بیک وقت محبوب رہنما ہے۔ اقبالؒ عرب و عجم کے مسلمانوں کی آنکھ کا تارا ہے باوجودیکہ وہ برصغیر پاک و ہند کے ہیں۔ یہ ہے انقلاب محمدی ﷺ کی روشن جھلک جس سے صفحۂ ہستی اور سینۂ کائنات تابناک ہے۔ ہمارے ہاں حضور ﷺ کو عظیم عالمی رہنما، سب سے بڑے انقلابی قائد، عرب و عجم کے نجات دہندہ، شرف انسانی کے ضامن، روحانیت کے پیکر اتم اور کائنات انسانی کی روح رواں کے طور پر دیکھنے کی عادت نہیں بلکہ انہیں پرکھنے اور سمجھنے کے لیے ہم نے نور، بشر کے پیمانے بنا رکھے ہیں۔

آفاقی پیغام دینے والے، عالمی ریاست قائم کرنے والے، اور کائناتی فکر رکھنے والے پیغمبر کی امت بہتر فرقوں میں بٹ جائے تو اس سے زیادہ مہلک اور افسوسناک بات کیا ہوسکتی ہے؟

جس دین نے رنگ و نسل، وطن اور زبان کے گہرے اختلافات کو چشم زدن میں ملیامیٹ کر کے رکھ دیا اس دین کے نام لیوا ابھی تک رفع یدین، آمین بالجہر، نور بشر، حاضر ناظر، گیارہویں اور علم تعزیے پر لڑ رہے اور جگ ہنسائی کا سامان کر رہے ہیں۔

تمام کلمہ گو سنی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد مسلمانوں کا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک، کعبہ ایک اور کلمہ ایک ہے، تو امت ایک کیوں نہیں بن سکتی؟ سنی اور شیعہ رہیں مگر اپنی بنیاد اور نسبت کو نہ بھولیں۔ حد سے تجاوز کر کے ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کرنے کا جہاد نہ فرمائیں۔ زخموں سے چور اور چرکوں سے نڈھال امت کو مزید دکھ نہ دیں بلکہ مرہم اور پھاہا رکھنے کا اہتمام کریں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ خدا ایک ہے مگر امت ایک دوسرے کی نظر میں کافر و مشرک، رسول سراپا رحمت ہیں مگر امتی آپس میں لڑنے مرنے کو آمادہ و مستعد، قرآن ایک ہے مگر ماننے والے الجھے ہوئے، کعبہ ایک ہے مگر کعبے کی بیٹیاں یعنی مسجدیں محاذ جنگ بنی ہوئیں ہیں، کلمہ ایک ہے مگر کلمہ گو باہم دست و گریباں ہیں، حالانکہ ہم غور و فکر سے کام لیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عقیدۂ توحید بنائے وحدت ہے، نظریہ رسالت پیغام رحمت ہے، قرآن حکیم سرچشمہ ہدایت ہے، حرم کعبہ مرکز ملت ہے، کلمہ طیبہ نشان عظمت ہے اور ملت اسلامیہ خیر امت ہے۔

دنیا امت محمدیؐ کو مسلمان کے طور پر دیکھتی ہے خواہ وہ مسلمان ایران کا شیعہ ہو، پاکستان کا سنی ہو، ہندوستان کا دیوبندی ہو، یا سعودی عرب کا اہل حدیث ہو۔ دنیا کے نقشے اور اقوام متحدہ کے دفتر میں یہ ممالک مسلمان سمجھے جاتے ہیں۔ کوئی انہیں مشرک اور کافر، یہودی اور عیسائی ملک نہیں قرار دیتا۔ حج بیت اللہ مسلمان کرتے ہیں، کوئی سکھ ہندو حج کو نہیں جاتا۔ قبلہ رخ نماز مسلمان پڑھتے ہیں، کوئی یہودی اور بدھ نہیں پڑھتا۔ مگر ہم ہیں کہ ابھی ہمارے اندر کفر و اسلام کا معرکہ برپا ہے۔

اگر ہم ایک دوسرے کے فتوؤں کے مطابق کافر ہیں اور گمراہ، مرتد اور بدعتی، مشرک اور گستاخ رسولؐ ہیں تو اس جزیرے کی ضرور نشاندہی کی جائے جہاں مسلمان بستے اور سانس لیتے ہیں۔

اندرونی تضادات میں الجھی ہوئی، اقتصادی مشکلات میں پھنسی ہوئی، جنگی جنون میں مبتلا، آمادۂ فساد و جنگ، کالوں اور گوروں میں بٹی ہوئی، مشرق اور مغرب میں منقسم، دو عالمی جنگوں کی ماری ہوئی اور تیسری ایٹمی جنگ کے خوف میں گرفتار دنیا کو حضور رسالت مآب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے اس عظیم الشان انقلاب کے ذریعے سہارا دینے کی ضرورت ہے جس نے آدمی کو جوہر آدمیت اور انسان کو شرف انسانیت سے نواز کر ہر قسم کے خوف، حزن، ابتلاء، استحصال اور افتراق سے آزاد کر دیا تھا۔

یہ کام پیشہ ور دم کٹی فرقہ واریت کے نہ کرنے کا ہے نہ کر سکتی ہے۔ یہ کام ان شاہین صفت اور خود آشنا نوجوانوں کا ہے جو فولاد کے اعصاب اور چیتے کا جگر رکھتے اور طوفانوں سے ٹکر لے سکتے ہوں، جن کا سرمایہ حیات کل کا کل عشق رسول ﷺ ہو اور جن کا مقصد زیست فقط انقلاب محمدیؐ کا فروغ ہو!

وہ آئے اور آئے بھی قرآں لیے ہوئے
تنظیم کائنات کا ساماں لیے ہوئے
اترا حرا کے غار سے وہ نازش مسیح
سارے جہاں کے درد کا درماں لیے ہوئے

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، ایم ایس سی سائیکالوجی، قد 5.3، صوم وصلوٰۃ کی پابند اور امور خانہ داری میں ماہر اور بیٹا، عمر 26 سال، تعلیم ایم بی اے، برسرروزگار، قد 5.10 کے لیے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0306-4057757

دعائے صحت

☆ حلقہ کراچی شمالی وسطی کے رفیق شیخ محمد سردار قریشی کے صاحبزادے ایک حادثے میں گولی لگنے کے باعث زخمی ہوکر ہسپتال میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

وفاقی شرعی عدالت کے سود کے حوالہ سے 14 سوال اور ان کے جوابات (قسط:2)

حافظ عاطف وحید
ڈائریکٹر شعبہ تحقیق اسلامی، قرآن اکیڈمی، لاہور

(گزشتہ سے پیوستہ)

قرآن وسنت، اجماع امت اور مفسرین وفقہاء کی مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں ہماری یہ رائے ہے کہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کے دسمبر 1999ء کے تاریخ ساز فیصلے میں سود کی جو تعریف کی گئی ہے وہ ایک مستند اور جامع ومانع تعریف ہے۔ یہ تعریف اس طرح ہے:

Any amount big or small over the principal, in a contract of loan or debt is Riba prohibited by the Holy Quran regardless of whether the loan is taken for the purpose of consumption or some production activity.

یہ تعریف سورۃ البقرۃ کی آیت 275 سے اخذ کی گئی ہے، جس میں فرمایا گیا:

''اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور چھوڑ دو جو کچھ سود میں سے باقی ہے اگر تم (واقعی) مؤمن ہو۔ تو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو۔ اور تم باز آجاؤ تو تمہارے رأس المال کا حق تمہیں حاصل ہے۔ نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

ترجمے کے جلی الفاظ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرض کے طور پر دیے گئے اصل زر میں کسی بھی قسم کا اضافہ سود کے زمرے میں شمار ہوگا، قطع نظر اس کے کہ یہ سود مفرد ہے یا سود مرکب، آیا اصل زر میں یہ زیادتی اشیاء/خدمات کی فراہمی کی مد میں کی گئی ہے یا پھر کسی قسم کے پیداواری عمل کے ضمن میں۔ اس تعریف کے مستند اور معتبر ہونے کا جواز یہ ہے کہ سود کی توضیح وتصریح کے حوالے سے ابن جریر طبری، ابوبکر جصاص، بغوی، ابن العربی، امام رازی جیسے مفسرین کرام کے علاوہ دوسرے نامور شارحین قرآن نے بھی جو نقطۂ نظر بیان کیا ہے، یہ اس کے عین مطابق ہے۔ ان علماء کرام نے سود کی وضاحت دورِ جاہلیت میں مروج درج ذیل تین صورتوں کے تناظر میں کی ہے:

i) قرض کا معاہدہ اصل زر سے زیادہ رقم کی ادائیگی سے مشروط ہوتا تھا۔ چنانچہ قرض دیتے وقت ہی سود کی شرح طے کر لی جاتی تھی۔ ابوبکر جصاص اپنی کتاب ''احکام القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''عربوں میں سود کا یہ طریق رائج تھا کہ وہ ایک مخصوص مدت کے لیے درہم یا دینار کی صورت میں قرض دیتے تھے اور اصل زر سے زیادہ کوئی رقم ابتدا ہی میں طے کر لی جاتی تھی۔''

ii) قرض اس شرط پر (بھی) دیا جاتا تھا کہ قرض خواہ ایک مخصوص مدت تک ہر ماہ ایک طے شدہ رقم وصول کرے گا جبکہ اصل زر محفوظ رہے گا۔ بعد ازاں، جب قرض کی ادائیگی کا وقت آتا تو قرض دار سے اصل زر کی ادائیگی کا مطالبہ کیا جاتا۔ اگر قرض دار ایسا کرنے سے معذور ہوتا تو قرضے کی مدت اور قابل ادائیگی رقم میں اضافہ کر دیا جاتا۔

iii) (کبھی) کوئی شے مؤخر ادائیگی کی بنیاد پر فروخت کی جاتی تھی۔ جب ادائیگی کا وقت قریب آتا تو مال بیچنے والے کی طرف سے خریدار کو مزید مہلت دیتے ہوئے واجب الادا رقم میں اضافہ کر دیا جاتا۔ اس عمل کے بارے میں سیوطی لکھتے ہیں:

''عربوں میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ وہ کسی شے کو مؤخر ادائیگی کی بنیاد پر خرید لیتے تھے۔ ادائیگی کے لیے طے شدہ تاریخ پر فروخت کنندہ ادا کی جانے والی اصل رقم میں اضافہ کرتے ہوئے مدت ادائیگی کو بڑھا دیتا۔''

چنانچہ بسا اوقات قرض کا معاہدہ طے کرتے وقت اس میں اصل زر میں اضافے کی کوئی شق نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ ایسا اُس وقت کیا جاتا جب معاہدے کی مدت ختم ہو جاتی اور ادائیگی کا وقت قریب آتا۔

سود کی درج ذیل تعبیر کو بھی مستند، معتبر اور معیاری قرار دیا جا سکتا ہے:

''ربا کسی قرض یا ادھار کے معاہدے میں سرمائے میں وہ اضافہ ہے جس کے مقابل کسی رقم، محنت یا ذمہ داری کا بدل نہ ہو۔''

اس تعریف کا خاص پہلو یہ ہے کہ اسے نبی اکرم ﷺ کے قول الخراج بالضمان (نفع کے استحقاق کا انحصار نقصان کی ذمہ داری لینے پر ہے) کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کی تطبیق یہ ہے کہ ایک سودی معاہدے میں قرض خواہ اپنے طور پر کوئی محنت کیے بغیر یا نقصان کی ذمہ داری کا خطرہ مول لیے بنا منافع کماتا ہے۔

شریعت کی رُو سے، سود اور یوژری میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا ربا کی اصطلاح اُن تجارتی اور پیداواری قرضوں پر بھی منطبق ہوتی ہے جو بینکوں یا مالیاتی اداروں کی جانب سے دیے جاتے ہیں۔

یہ نکتہ بھی لائق توجہ ہے کہ انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی اور دنیا کے دوسرے معروف فقہی اداروں نے ربا کی جو تعریف کی ہے، اس میں بینکنگ اور بینکوں کے تجارتی منافع کی موجودہ شکل کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ امت مسلمہ کے مجتہدین کا اس مسئلے پر ایک نوع کا اتفاق رائے اور اجماع ہے۔ چنانچہ ربا کی تعریف اور ربا، سود اور یوژری (usury) کے درمیان فرق سے متعلق ہے تو اس کے بارے میں ہم سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بنچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلہ میں مذکور گفتگو سے پوری طرح متفق ہیں اور اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ یہ تعریف اس فیصلہ کے درج ذیل صفحات میں آئی ہے:

Judgement of Justice Khalil Ur Rehman PLD pageno. 82 to 85 (publisher: Shariah Academy, International Islamic University, Islamabad) Judgement of Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani Sb PLD page no. 667 to 681 (Publisher: Malik Muhammad

Saeed, Pakistan Educational Press Lahore)

اسی طرح تجارتی اور پیداواری قرضوں پر اطلاق سے متعلق معاملہ ہے' اس کے بارے میں بھی ہم سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بینچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلہ میں مذکور گفتگو سے پوری طرح متفق ہیں اور اسی کو اختیار (adopt) کرتے ہیں۔ اس کے متعلق گفتگو اس فیصلہ کے درج ذیل صفحات میں آئی ہے:

Judgement of Justice Khalil Ur Rehman PLD page no.127 to 140 (publisher: Shariah Academy, International Islamic University, Islamabad)

Judgement of Justice Mufti Muhammad Taqi Usmani Sb PLD page no. 667 to 681 (Publisher: Malik Muhammad Saeed, Pakistan Educational Press Lahore)

چنانچہ ربا، سود (Usury) اور Interest میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تینوں میں وہ تین مشترکہ باتیں پائی جاتی ہیں جو ربا کی تعریف میں شامل ہیں۔

1۔ قرض کی اصل رقم پر مہلت کے عوض اضافہ

2۔ اضافہ کی شرح کا متعین ہونا

3۔ اضافہ کی شرط کا معاہدہ قرض میں شامل ہونا

جدید معاشی اصطلاحات میں بھی Interest اور Usury میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تمام مستند ڈکشنریوں میں دونوں کا مفہوم سود ہی بیان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی فرق ہے تو وہ صرف شرح سود کا ہے، اس لیے کہ Usury میں شرح سود نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ چار ہزار سال پہلے کے قانونِ حمورابی سے لے کر آج تک یوژری اور انٹرسٹ ایک ہی سمجھے گئے ہیں۔ شرح سود مختلف ادوار اور مختلف ممالک میں 2 فیصد سے لے کر 60 فیصد بھی رہی ہے اور محض شرح سود کے فرق سے ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

ربا کا اطلاق اس سود پر بھی ہوتا ہے جو بینک تجارتی اور پیداواری قرضوں پر وصول کرتے ہیں کیونکہ ربا یعنی سود سے مراد نہ تو کسی خاص قسم کا سود ہے جیسے سود مفرد یا سود مرکب اور نہ ہی اس کا اطلاق کسی مخصوص قسم کے قرض پر ہوتا ہے جیسے صرف صرفی قرضوں پر یا تجارتی و پیداواری قرضوں پر، بلکہ ربا کے احاطے میں ہر طرح کا سود آجاتا ہے اور ہر قسم کے قرض پر حاصل کیا جانے والا مشروط اور معین اضافہ ''الربوٰا'' ہی کہلائے گا خواہ یہ قرض کوئی فرد یا ادارہ یا بینک تجارتی اور پیداواری مقاصد کی خاطر ہی کیوں نہ جاری کرے۔ اس ضمن میں ہمارے دلائل حسب ذیل ہیں:

1۔ ربا کی حرمت کا حکم عام ہے یعنی اسے کسی خاص قرض یا کسی ایک نوع کے سود کے ساتھ مخصوص نہیں کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ (البقرۃ: 275)

''اللہ نے بیع کو حلال اور ربا کو حرام کیا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں لفظ 'الربوٰا' مفرد ہے جس پر الف لام استغراقی وارد ہوا ہے جو اس کے عام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اصول سرخسی میں ہے کہ لفظ عام کی تقریباً سات قسمیں ہیں جن میں ایک قسم یہ ہے کہ وہ لفظ مفرد ہو اور اس پر الف لام استغراقی وارد ہوا ہو۔

هو اللفظ الذي يستغرق جميع ما يصلح له من الافراد۔ (اصول سرخسی: جلد 1، صفحہ 125)

عام وہ لفظ ہے جو ان تمام افراد و اقسام کو شامل ہو جو اس کے مفہوم میں شامل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ چنانچہ لفظ الربوٰا کے عام ہونے کا معنی یہی ہے کہ اس کا اطلاق صرف صرفی قرضوں پر نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ہر قسم کے قرضوں پر محیط ہوگا۔ اصول سرخسی میں ہی ہے کہ وہ الفاظ بھی عام ہونے پر دلالت کرتے ہیں جن کے حقیقی معنی میں عموم و شمول موجود ہو جیسے کل، جمیع، عامة، کافة وغیرہ۔ عام کی اس قسم کو سامنے رکھا جائے تو یہ قسم درج ذیل حدیث مبارکہ کے حوالے سے ہر نوع کے قرض پر ربا کا اطلاق کیے جانے پر دلالت کرتی ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ كل قرض جر نفعا فهو ربا۔ (المطالب العاليه از ابن حجر: جلد 1، صفحہ 441، رقم: 1373، طبع بیروت)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر قرض جو (فائدہ) کھینچے وہ ربا ہے۔

یہ حدیث پہلے بھی حوالہ کے ساتھ نقل کر دی گئی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں لفظ 'کل' کی وسعتوں میں ہر قرض سما جاتا ہے خواہ وہ کسی بھی مقصد کے لیے لیا گیا ہو کیونکہ جب سود کی حرمت اور اس کی تعریف متعین کرنے والی مذکورہ نصوص کے متن کے الفاظ عام ہیں اور ان عام الفاظ کے بعد کوئی فقرہ شرطیہ یا استثنائیہ موجود نہیں اور نہ ہی دیگر نصوص میں سے کوئی اس عام حکم میں تخصیص و استثنیٰ پیدا کرتی ہے تو پھر مذکورہ نص کے الفاظ کو عام میں ہی شامل کیا جائے گا، جس سے کسی مخصوص قرض کے استثنیٰ کی گنجائش خود بخود ختم ہو جاتی ہے اور اس کا اطلاق ہر اس قرضے پر ہو گا جس کے معاہدہ میں اصل رقم پر معینہ اضافہ کی شرط عائد ہو خواہ اس قرض کے مقاصد کچھ بھی ہوں۔

2۔ غالباً معزز عدالت کی طرف سے یہ سوال پوچھنے کا سبب مروجہ نظام بینکاری کے حامیوں کا یہ پراپیگنڈا بھی ہے کہ اسلام نے اس سود کو حرام قرار دیا ہے جو ان قرضوں پر وصول کیا جاتا جنہیں مجبور لوگ اپنی صرفی ضروریات کے لیے لیتے تھے اور قرض خواہ پھر ان مظلوموں سے بھاری بھاری سود وصول کرتے تھے جبکہ تجارتی قرضوں کا تو اس زمانے میں رواج ہی نہیں تھا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اس حوالے سے آیت مبارکہ ﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

''عربی زبان میں ''ان'' کا استعمال عام اور عادی حالات کے لیے نہیں ہوتا بلکہ بالعموم نادر اور شاذ حالات کے بیان کے لیے ہوتا ہے۔ عام حالات کے بیان کے لیے عربی میں ''اذا'' ہے۔ اس روشنی میں غور کیجیے تو آیت کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر قرض دار ذو میسرہ (خوش حال) ہوتے تھے لیکن گاہ گاہ ایسی صورت بھی پیدا ہوتی تھی کہ قرض دار غریب ہو یا قرض لینے کے بعد غریب ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ رعایت فرمائی۔''

(تدبر قرآن: جلد 1: صفحہ 594، 595)

انہوں نے اسی مقام پر اپنے استاذ گرامی مولانا حمید الدین فراہی کی رائے بھی نقل کی ہے جس کا بیان خالی از فائدہ نہیں ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ يلوح من هذا الكلمات انهم كانوا ياخذون الربوٰ من ذي ميسرة و القريش كانت تجارا و اصحاب الربوٰ فلا ارى فرقا بين حالهم و حال ابناء زماننا في الربوٰ، والله اعلم بالصواب (تدبر قرآن: جلد 1: صفحہ 595)

وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ......الاية کے الفاظ سے یہ

بات صاف نکلتی ہے کہ اہل عرب خوش حالوں سے بھی سود لیتے تھے۔ پھر قریش تاجر لوگ تھے اور سودی بیوپار ان میں رائج تھا۔ اس وجہ سے اس معاملے میں ان کے اور ہمارے حالات کے درمیان کوئی خاص فرق ہمیں درباب سود نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم بالصواب

3۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْهُ ؕ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَکْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْئًا ؕ﴾

(البقرۃ 282)

”اے ایمان والو! جب تم کسی سے مقررہ مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو اور تمہارے درمیان کسی کاتب کو عدل کے ساتھ دستاویز لکھنی چاہیے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لکھنا سکھایا ہو اس کو لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے اور جس شخص پر قرض ہو لکھوانا اسی کی ذمہ داری ہے اور اس کو اللہ سے ڈرنا چاہیے جو اس کا ربّ ہے اور اس (قرض) سے کچھ کم نہ کرے۔“

یہ آیت جسے ”آیت الدین“ بھی کہا جاتا ہے، قرآن پاک کی سب سے لمبی آیت ہے۔ ہم نے اس کا ابتدائی حصہ نقل کیا ہے۔ اس آیت کے متن سے بھی یہ بات آشکار ہو رہی ہے کہ یہاں کسی مسکین یا محتاج کو ذاتی ضروریات کے لیے اُدھار یا قرض دینے کی بات نہیں ہو رہی بلکہ بڑے بڑے مقاصد جیسے تجارتی و پیداواری اغراض کی خاطر قرض لینے دینے کی بات ہو رہی ہے کیونکہ یہاں اہتمام کے ساتھ معاہدہ قرض کو تحریر کرنے کی بات کی گئی ہے۔ پھر اس تحریر پر گواہان بھی ضروری ہوں گے ورنہ یہ معتبر نہیں ہوگا۔ اس لیے اسی آیت مبارکہ میں اس طریق کار کو ثبوت بذریعہ گواہی کے لیے بھی درست قرار دیا گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے یہ اہتمام ذاتی ضرورت کے لیے حاصل کیے گئے معمولی اور دست بدست اُدھار کے حوالے سے موزوں معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ ان قرضوں کے لیے ہی مناسب ہوگا جو ایک خاص مدت کے لیے ایک معاہدہ کی صورت میں دیے اور لیے جا رہے ہیں، جیسے کاروباری اور تجارتی مقاصد کے لیے دیے اور لیے جانے والے قرضے۔ اس آیت مبارکہ میں قرض خواہ اور مقروض کو جو ہدایات دی گئی ہیں ان کا مقصد باہمی شکوک و شبہات کا ازالہ تھا۔ ہماری اس بات کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے واضح فرمادیا کہ یہ آیت مبارکہ گندم کی بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے اور بیع سلم اُدھار کی بیع ہے۔

امام ابن جریر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نزلت ھذہ الأیة: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ فی السلف فی الحنطة فی کیل معلوم الی اجل معلوم۔ (جامع البیان: جلد 3، صفحہ 159)

”یہ آیت گندم کی بیع سلم کے متعلق نازل ہوئی ہے [گندم کی قیمت کی پیشگی ادائیگی کر دی جائے اور فصل کٹنے کے بعد گندم کو وصول کر لیا جائے] اس میں گندم کی مقدار بھی معلوم ہو اور اس کی مدت بھی معلوم ہونی چاہیے۔“

4۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے بھی ”وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا“ کے تحت صرفی اور تجارتی قرضوں کے ضمن میں فکر انگیز باتیں کی ہیں:

”یہاں ایک اور بات تحقیق طلب ہے کہ کیا اس وقت کے لوگ نجی ضروریات کے لیے ہی قرض لیا کرتے تھے یا کاروبار کرنے کے لیے بھی سودی قرض کا اس وقت عام رواج تھا؟ بعض لوگ جنہیں عرب کے حالات اور رسم و رواج کے تفصیلی مطالعہ کی فرصت نہیں ملی، کہتے ہیں کہ اس وقت صرف ذاتی ضروریات کے لیے ہی قرض لیا جاتا تھا اور کاروبار کے لیے قرض لینے کا اس قدیم غیر متمدن معاشرہ میں کوئی تصور نہیں تھا لیکن اگر وہ دنیا کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت جبکہ نہر سویز نہیں کھدی تھی، جبکہ بڑے بڑے بحری جہاز معرض وجود میں نہیں آئے تھے، مشرق و مغرب کی تجارت خشکی کے راستے سے ہوتی تھی اس وقت تجارتی کاروانوں کی راہ گزر جزیرہ عرب تھا۔ عرب کے لوگ عموماً اور اہل مکہ خصوصاً تجارت میں خوب حصہ لیتے تھے اور اس امر کا تذکرہ تو خود قرآن حکیم میں ہے کہ اہل مکہ کے تجارتی قافلے سردیوں میں یمن و فارس کی طرف اور گرمیوں میں شام و روم کی طرف باقاعدگی سے جاتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اور تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جو قافلہ شام سے ابوسفیان کی قیادت میں مکہ واپس آ رہا تھا جس کا مسلمانوں نے مدینہ طیبہ سے نکل کر محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اس میں تمام اہل مکہ کا سرمایہ تھا۔ مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس نے اس میں اپنا حصہ نہ ڈالا ہو اور حصہ ڈالنے کی دو مختلف شکلیں رائج تھیں۔ یا تو سرمایہ دینے والا نفع میں شریک ہوتا تھا یا وہ اپنا مقررہ حصہ ٹھہرا لیا کرتا خواہ قرض لینے والے کو نفع ہو یا نقصان۔ ان تاریخی حقائق کی موجودگی میں یہ فرض کر لینا کب روا ہے کہ اس وقت کے اہل عرب کاروبار کے لیے سودی قرض نہیں لیا کرتے تھے۔ قرآن نے ہر ربا کو حرام کیا۔ کہیں آپ کاروباری سود لینے کی اجازت نہیں دکھا سکتے۔“ (ضیاء القرآن: جلد 1: صفحہ 193)

(جاری ہے)

دعائے مغفرت
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ جنوبی پنجاب کے منفرد اسرہ شجاع آباد کے رفیق رانا حق نواز کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی، نوشہرہ کے ملتزم رفیق ملک امان کی ہمشیرہ اور مقامی ناظم دعوت فضل حکیم کی چچی وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم نوشہرہ کے رفیق محترم عارف اور کرنی کی چچی وفات پا گئیں۔

☆ مقامی تنظیم فورٹ عباس کے رفیق ڈینٹل ڈاکٹر محمد یعقوب کے برادر نسبتی وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب شرقی کی مقامی تنظیم ہارون آباد غربی کے رفیق رضوان عزمی کے والد محمد عظیم وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی ممتاز آباد کے رفیق سید راشد عباس کی پھوپھی وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی ملتان شہر کے رفیق محمد احمد بھٹی کے بہنوئی وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے رفیق جناب ذوالقرنین احمد ملک کے بہنوئی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

On Arrogance, Humbleness, and Inferiority Complex

By Khalid Baig

It has been called ummul-amradh, or the root of all sicknesses of the heart. Prophet Muhammad, Sall-Allahu alayhi wa sallam, warned that a person having even an iota of it in his heart will never enter paradise. This deadliest of all sins is kibr, or arrogance.

No one likes arrogance --- in others. We never like a person who is haughty, too proud, or condescending. We detest a person who belittles us and has a huge ego. Similarly we love people who are humble, polite, and easy to talk to. We love people who give us respect and honor. Thus if we follow the principle of treating others the way we like to be treated, most of these problems might be cured. In reality, the treatment of ummul-amradh requires a deeper look.

For that we need to appreciate the difference between adab or manners, on the one hand and akhlaq or morals on the other. While adab deal with one's external disposition, akhlaq as defined by Islam deal with our inner thoughts, feeling, and attitudes. In a healthy personality, the manners and morals are in harmony. But it is also possible to have the former without having the latter. The first concerns itself with how a person deals with others. The second is concerned with what a person thinks of himself. Two persons showing humbleness in their dealings with others, may have exactly opposite ideas in their minds. One may do it out of his or her "generosity"; the other may do it because he genuinely thinks that he is not better than the other person. The first person only has a shell of humbleness, which will crumble when tested. It is the second person who is really free of arrogance.

Real greatness belongs only to Allah, our Lord, Creator, and Master. Human beings are just a creation of Allah --- and a very small creation in comparison to the unimaginably vast universe. Anyone who understands this will realize that our proper status is only that of servants of Allah. In fact for a Muslim the real human model is none other than Prophet Muhammad, Sall-Allahu alayhi wa sallam, who is the greatest of all human beings. His greatness lies in being the humblest of all servants of Allah! It is impossible for any person who has this consciousness to entertain any notions of his own greatness.

This leads us to the definition of kibr, given in a famous hadith: "Kibr is to knowingly reject Truth and to belittle other people." This hadith exposes two strains of this deadly disease, both dealing with our exaggerated ideas of self-importance. The first suggests that I am more important than the Truth. The second suggests that I am more important than other people.

We know about the Quraish and Jews of Arabia who had come in contact with Prophet Muhammad, Sall-Allahu alayhi wa sallam, and who knew in the heart of their hearts that he indeed was the Messenger of Allah. Their arrogance, though, kept them from accepting it. History has recorded statements from some of them who said we know he is the Promised Prophet but we will keep on opposing him to maintain our leadership.

While that was the most blatant form of arrogance, we can witness the same attitude on a smaller scale in our discussions and arguments. A person realizes that he was wrong, but then his pride keeps him from admitting it. No matter how polite or "humble"

that person may appear to be ordinarily, this test shows the presence of arrogance in his heart. It is arrogance that keeps a person from saying "I am sorry."

The second strain involves our feeling of superiority with respect to other people. Islam's teaching is that one should never consider oneself greater than other people, because that Judgment will come from Allah, and Allah alone, on the Day of Judgment. None of us knows what our end will be, whether we will end up being a winner or loser over there. The person who appears to be nobody here may end up with eternal bliss because of his goodness that only Allah knew. The person who is a big shot here may end up among the sinners who will be punished there, because of his evil that only Allah knew. How foolish, it is then to congratulate ourselves over our fleeting "superiority".

What if a person does have edge over another person in measurable worldly terms? How then can he not consider himself superior than the other person in that respect? The point is sometimes made in half jest: it is difficult to be humble when you are so great. Islam does not ask us to reject reality and imagine we don't have what we really do. Rather it asks us to take a deeper look at the reality and not be misled by a superficial perception of it. And the simple reality that escapes many is that our health, wealth, talents, and power are not of our own creation. God gave those to us as a test and He can take them back whenever He wills. Those who are conscious of this reality, their blessings will produce gratitude in them; those who are blind to it will develop pride and arrogance.

Some forms of kibr are subtle. If a person is embarrassed to bow to Allah in the presence of non-believers, that is a case of "kibr in the face of Allah," says Maulana Ashraf Ali Thanvi.

While throughout history humanity had agreed on the evil of arrogance and the virtue of humbleness (despite its failures in practice), this century has seen new dogmas that aim at changing the definitions of good and evil. Humbleness is no longer desirable. Rather, one has to avoid "Inferiority Complex." Alfred Adler (1870-1937) gave us that term. According to him, life is a continuous struggle to move from a position of inferiority to a position of significance. Those who fail to make the progress, develop inferiority complex, which can be treated by increasing self-esteem. Unfortunately today such pseudo-science is accepted as gospel truth.

The truth is that problems arise when we turn away from reality. A humble person is a happy, content, grateful person who thanks God for his blessings and has no notions of his own superiority. False notions of superiority or of one's entitlements in life, on the other hand, lead to frustrations and complexes.

Courtesy:

http://www.albalagh.net/general/kibr.shtml

???

VOL : 24 | Regd. C.P.L NO. 114 | No.47

Weekly | Nida-e-Khilafat | Lahore